قانونی انتباہ مصنف سے تحریری اطلاع کے بعد اس کتاب کی اجازت ہے۔

کتاب : ظلم کیوں کرتے ہوں؟

مصنف : **مولانا غیاث احمد رشادی**

صفحات : (۴۴)

تعداد اشاعت : ایک ہزار

کمپیوٹر کمپوزنگ : محمد مجاہد خان، رشادی کمپیوٹر سنٹر، واحد نگر،
قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد۔

قیمت : دس روپے Rs.10/-

ناشر

مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر اسوسی ایشن، رجسٹرڈ۔۶۷۵

احاطہ مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد۔انڈیا۔فون: 24551314

ملنے کے پتے

۱ مکتبہ سبیل الفلاح نزد یونیک ہائی اسکول، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد
۲ ہندوستان پیپر ایمپوریم مچھلی کمان، حیدرآباد۔
۳ حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان، حیدرآباد۔
۴ دکن ٹریڈرس، مغل پورہ، حیدرآباد۔
۵ کلاسیکل آٹوموٹیو، 324 C.M.H. Road، اندرانگر، بنگلور۔
۶ ھدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس، پرانی حویلی روڈ، حیدرآباد۔
۷ کمرشیل بک ڈپو، چارمینار، حیدرآباد
۸ دارالکتاب، گن فاونڈری، عابڈس، حیدرآباد
۹ فرید بک ڈپو، نئی دہلی، ممبئی، مدراس

فہرست مضامین

- پہلی بات
- رحمتِ عالم کا ﷺ پہلا کام
- ایک شور ہے
- وہ لفظ جس کی غلط تعبیر کی گئی
- اسلام نے ظلم کو مٹایا ہے
- مرض کا سبب کیا ہے؟
- سربراہ منصف اگر بن جائے
- ظالم حکمرانوں کا ملک اجڑ جاتا ہے
- ظالم کیوں اتنا بے خبر ہے؟
- ظلم اچھے اوصاف کو ڈھانپ دیتا ہے
- اے ظالم مظلوم تو بھی بنے گا
- ظلم کے بعد کیا ہوتا ہے
- اسلام میں ظلم حرام ہے
- ظالم کو ظلم سے روکو
- قادر مطلق ظلم نہیں کرتا اور تم ؟
- اے ظالمو! وہ تم سے غافل نہیں
- ظالم محبوب نہیں ہوسکتا
- ظالم ناکام اور مظلوم کامیاب
- انصاف کا حکم اور ظالم کی ممانعت
- ظالم کی سفارش نہ کرو
- ظالم قوم رحمت سے دور ہوتی ہے
- ظالم کو جب پکڑا جائے گا
- قوم ثمود نے جب اونٹنی پر ظلم کیا
- قوم عاد کی تین برائیاں
- ایذا رسانی مسلمانوں کا شیوہ نہیں
- ایک دوسرے پر ہرگز ظلم مت کرو
- ظلم کی چند صورتیں
- ظلم قیامت کی دن
- ظالموں کی دعاء مقبول نہیں
- ظالم آج معافی مانگ لے
- اے ظالمو! مظلوم کی بددعاء سے ڈر
- حکمران ظالم کیوں ہو جاتے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پہلی نظر

اللہ تعالیٰ نے انسان کو محدود اختیار دیا ہے، اس اختیار کو بعض انسان جائز فائدہ اٹھاتے ہیں تو بعض ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، جو انسان ہمدردی، رواداری، ایثار، محبت و الفت، رحم و کرم، شفقت و نرم دلی اور عدل و انصاف کے حامل ہوتے ہیں، وہ قدرت کے دیئے ہوئے اس اختیار کو جائز حدود میں رکھتے ہوئے اپنے حقیقی انسان ہونے کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں اور جن انسانوں میں مفاد پرستی و خود غرضی، سنگدلی و عداوت، بغض و حسد، تعصب و ظلم کے ناپاک جذبات ہوتے ہیں وہ قدرت کے دیئے ہوئے اس اختیار کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، اور وقتی طور پر اپنے بارے میں یوں فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ مختارکل ہیں پھر تو وہ کبھی انسان نما درندے محسوس ہوتے ہیں اور کبھی خطرناک وحشی جانور محسوس ہوتے ہیں، ان کی ان ظالمانہ حرکتوں کو دیکھ کر ایک معمولی عقل رکھنے والا بھی یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آبادی کے ان انسانوں سے بہتر تو وہ جنگل ہے جہاں کوئی انسان نہیں رہتا۔

آج شہروں، قصبوں، بستیوں، دیہاتوں اور قریوں میں جنگل کا راج غالب آچکا ہے، جنگل میں آگ لگتی ہے تو سوکھے درخت جلتے ہیں اور آبادیوں میں آگ جلتیہ ے تو معصوم بچے جلتے ہیں، مظلوم عورتیں جلتی ہیں اور کمزور طبقے کے افراد جلتے ہیں وہ جلتے ہیں جن کے سینے میں حق اور عدل و انصاف ہے۔ان تلخ مناظر کو دیکھنے اور سننے کے بعد ہمارا کمزور ضمیر بھی بیدار ہوتا ہے اور ہاتھ لکھتا نہیں تو ضمیر وہ باتیں لکھوادیتا ہے، جن باتوں کا لکھوانا اور حقیقت کا انکشاف کرنا بھی مجرموں کی نظر میں جرم اور ظالموں کی آنکھوں میں ظلم محسوس ہوتا ہے۔

جب اخبار کی سرخیوں پر ظالموں کے مظالم کے مناظر آرہے تھے تو ہمارا قلم یہی لکھ رہا تھا جو آپ اگلے صفحات میں پڑھیں گے اور اپنی بے بسی کے باوجود یہی کچھ لکھ کر اپنے دل کو طمانیت دے رہا تھا کہ اس خوفناک دنیا میں کم از کم اتنا تو کر سکتے ہو۔

اے اللہ ! اگر ہماری آہ میں اتنی طاقت نہیں تو کم از کم ان مظلوموں کی آہ کو تو سن لے جن کی آہ تیرے عرش کو ہلا دیتی ہے۔

غیاث احمد رشادی

مئی ۲۰۰۲ء

رحمتِ عالم ﷺ کا پہلا کام ظلم کی روک تھام

تاریخ سے واقفیت رکھنے والوں کیلئے یہ حقیقت اجنبی محسوس نہ ہوگی کہ نبی رحمت ﷺ نے چالیس سال کی عمر میں توحید کا درس دیا اور کلمۂ طیبہ کی صدا لگائی، اسلام کے اس اہم اور بنیادی پیغام سے تقریباً پندرہ سولہ سال قبل ہی آپ ﷺ نے ظلم کے خلاف آواز لگانے میں عملی طور پر اس وقت حصہ لیا جب کہ عرب میں لڑائیوں اور مظالم کا سلسلہ چل پڑا تھا، اور زمانۂ جاہلیت کی وہ لڑائی آج بھی ناقابل فراموش ہے جس کو تاریخ ''جنگ فجار'' کے نام سے یاد کرتی ہے، جو قریش اور قبیلۂ قیس کے درمیان ہوئی تھی، اس قسم کی چھوٹی بڑی لڑائیوں اور جنگوں نے سینکڑوں گھرانوں کو برباد کر دیا تھا اور یہ لڑائیاں اور مظالم انکے نزدیک نہ اتفاقی بات تھی اور نہ معیوب چیز، بلکہ وہ ان مظالم اور لڑائیوں کو حسن اخلاق تصور کرتے تھے، ایسے ماحول نے بعض لوگوں میں اس سلسلہ کو ختم کرنے اور حالات کو بدلنے کی فکر پیدا کی، چنانچہ زبیر بن عبدالمطلب نے جو نبی رحمت ﷺ کے چچا تھے اور اپنے خاندان کے بڑے سمجھے جاتے تھے، امن کی تجویز پیش کی چنانچہ یہ معاہدہ ہوا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا اور کوئی ظالم مکہ میں نہ رہنے پائے گا، ایک دوسرے کے حقوق کو پامال کرنے سے بچانے، ساروں کے حقوق کی نگرانی کرنے، امن کو قائم رکھنے اور مظالم کو روکنے کیلئے اس وقت جو انجمن قائم ہوئی اس کا نام ''حلف الفضول'' تھا جس انجمن میں یہ عہد و اقرار لیا گیا کہ ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے ہم مسافروں کی حفاظت کریں گے، ہم غریبوں کی امداد کریں گے، ہم زبردست کو کمزور (زیردست) پر ظلم کرنے سے روکیں گے، اس انجمن میں نبی رحمت ﷺ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی اور عملی طور پر آپ ﷺ نے حصہ لیا جس کا فائدہ یہ ہوا کہ مکہ میں امن قائم ہوا، لوگوں کے جان و مال کی بہت کچھ حفاظت ہوئی، جب آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا تو آپ نے تبلیغی و دعوتی سرگرمیوں کے باوجود یہ فرمایا کہ اگر آج بھی کوئی اس انجمن کے نام سے کسی کو مدد

کے لئے بلائے تو میں سب سے پہلے اس کی امداد کیلئے تیار پایا جاؤں گا۔

نیز آپ ﷺ سے اس سلسلہ میں یہ بات بھی منقول ہے کہ معاہدہ کے مقابلہ میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ بدلتا اور آج بھی ایسے معاہدہ کیلئے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں ،اس تاریخی حقیقت کو پا لینے کے بعد ہر شخص یہ کہنے کے قابل ہے کہ آپ ﷺ نے سب سے پہلے جس سماجی و اجتماعی کام میں حصہ لیا وہ ظلم و بربریت کو دور کرنے سے متعلق تھا کہ آپ ﷺ نے مکہ کے ظالمانہ ماحول کو منصفانہ ماحول میں بدلنے میں پوری طرح حصہ لیا، گویا اسلام کو سمجھنے کیلئے میدان صاف کیا اور زمین کو زرخیز بنالیا۔

ایسا نبی جس نے سب سے پہلی آواز ظلم کے خلاف لگائی ہو کیا اس کا لایا ہوا دین دہشت پسند ہوسکتا ہے؟ ظلم کا حامل ہوسکتا ہے؟ انصاف کا گلہ گھونٹے والا دین ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں ۔

ایک شور ہے جو برپا

یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ اسلام کی حقانیت وصداقت کو چھپانے کیلئے دشمنان اسلام نے ناپاک تدبیریں کی ہوں ،اسلام کے ابتدائی دور ہی سے اسلام کے اس پیغام کو کچلنے اور بدنام کرنے کی سازشیں ہر طرف سے ہوئیں، مکی دور میں اگر کافروں اور مشرکوں نے اسلام کو دبانے اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی تو مدنی دور میں یہودیوں اور منافقوں نے یہ بری حرکت کی، اگرچہ کہ دونوں جگہوں میں فتح و کامرانی، اسلام اور مسلمانوں ہی کو ہوئی ،اسلام کے اس ابتدائی دور کی طرح اسکے بعد کے ہر علاقہ اور ہر زمانہ میں اسلام کے خلاف سازشیں کی گئیں اور مسلمانوں کو مٹانے کی ناپاک تدبیریں کی گئیں، آج کے حالات بھی ہمیں یا تو مکی دور یاد دلا رہے ہیں یا مدنی دور!

عالمی سطح پر ایک دشمن قوم میڈیا کے ذریعہ اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو دنیا کی نگاہوں میں گرا دینے کے حربے استعمال کررہی ہے، یہ اسی قوم کی نسل ہے جو مدنی دور میں اسلام اور مسلمانوں کیلئے دردسر بنی ہوئی تھی اور ملکی سطح پر ایک قوم ہے جو اپنے اقتدار کے ذریعہ 30 کروڑ

مسلمانوں کی حیثیت کو مجروح کرنے، ان کے شعائر کو نیست و نابود کرنے، ان کے مذہب کو پامال کرنے، انکے آفاقی دستور و قوانین کو تبدیل کرنے، ان کو اپنے مذہب سے برگشتہ کرنے، انکی معیشت کو تباہ کرنے، ان کی نسلوں سے انکے دین و ایمان کو نکال دینے اور ہر طرح کے مظالم کے ذریعہ انکے حوصلوں کو پست کرنے کی پرزور کوشش کررہی ہے، یہ اس قوم کی نسل ہے جس نے مکی دورِ رسالت میں مسلمانوں کو کبھی حبشہ اور کبھی مدینہ کی طرف اپنا وطن چھوڑ کر چلے جانے پر مجبور کیا تھا۔

اسلام کے ماننے والوں کیلئے ہر زمانہ ہی میں آزمائش کی گھڑیوں میں کمر بستہ رہنے اور مصائب وشدائد میں صبر سے کام لینے اور ثابت قدم رہ کر اپنا اور اپنی ملت کا دفاع کرنے اور وقت آنے پر اپنی جان کی بازی لگانے کی تعلیم اس ہادی برحق ﷺ نے دی ہے جس نے خود سینہ سپر ہوکر باطل کا مقابلہ کیا تھا، اب عالمی سطح پر وہ وقت آگیا ہے کہ مسلمان وقت کی نزاکت کومحسوس کرتے ہوئے اپنے آپ کو سمجھیں، اپنے مذہب کی پکار اور تقاضے کو جانیں اور جس قسم کی قربانی کی ضرورت اپنی اور اپنے مذہب کی حفاظت کیلئے ضروری ہے وہ قربانی دینے کیلئے تیار رہیں، یہی وہ گھڑی ہے جس میں ہمیں اپنے آپ کو سنبھالنا ہے اور اس بات کی منصوبہ بند کوشش کرنا ہے کہ ہم اور ہماری آنے والی نسلیں ایمان واسلام کے ساتھ امن وامان کے ساتھ اور اپنی حیثیت کے ساتھ اس دھرتی پر زندہ رہ سکیں۔

وہ لفظ جسکی غلط تعبیر کی گئی

ہم اس ملک کے ان ذمہ داروں سے پوچھتے ہیں جن کو ملک کے دفاع کی ذمہ داری دی گئی کہ اگر تمہارے ملک پر حملے کے امکانات ہوں تو کیا تم اپنی فوج کو کمر بستہ رہنے کی تعلیم نہیں دیتے؟ ایسے وقت کیا ملک اپنی دفاعی تیاریوں کو نظر انداز کردے گا اور دشمنوں کے حملوں سے نمٹنے کے لئے خود کو تیار نہیں رکھے گا؟

ان سے یہ سوال پوچھنے کے بعد ہم ان قوموں سے پوچھتے ہیں جو آج تمام ممالک کے

شہنشاہ بن جانا چاہتی ہیں اور اپنے آپ کو تہذیب وتمدن کا نگہبان اور انسانی حقوق کا علمبردار سمجھتی ہیں کیا انھوں نے کبھی مہلک ہتھیار کا انتظام نہیں کیا؟ بلکہ دنیا میں یہ ان ہتھیاروں کے سب سے بڑے سوداگر ہیں۔ جب اپنے دفاع کیلیئے ان کے پاس ہتھیاروں کے خزانے موجود ہوں تو پھر انہیں اسلام کے اس لفظ سے کیوں نفرت ہے جس کو جہاد کہا جاتا ہے، ہم ان لوگوں کو اس حقیقت سے باخبر رکھنا چاہتے ہیں (جو خواہ مخواہ اس لفظ کی غلط تعبیر کرتے ہیں اور اس جہاد کو دہشت گردی اور لوٹ مار کا نام دیتے ہیں) کہ جہاد ظلم نہیں ہے بلکہ جہاد ظلم کو روکنے کی ایک کوشش ہے جس کا حق ہر اس مظلوم کو ملتا ہے جس کو جینے کے حق سے محروم کر دیا گیا ہو۔

اسلام نے ہمیشہ ہی اخلاق کی تلوار کو استعمال کیا ہے، خیر خواہی کا پیغام پھیلایا ہے، وہ جہاد کے ذریعہ ظلم کرنے کا حامی نہیں بلکہ وہ جہاد کو اس وقت لاگو کرتا ہے جب مسلمانوں کی عفت وعصمت اور جان و مال کا خطرہ لاحق ہو اور ظالم ظلم سے باز نہ آئیں، جہاد کا مطلب ظلم کرنا نہیں بلکہ ظلم سے لڑنا ہے، گویا یہ حق کے خلاف اہل باطل کی جانب سے کیئے ہوئے اقدام کا جواب ہوتا ہے، وہ ازخود ایک سوال نہیں ہوتا، جہاد کے موقع پر تلوار صرف حفاظت کیلیئے بلند ہوتی ہے، اسکے ساتھ عالمی سطح کے ان دشمنان اسلام کو اور ملکی سطح کے ان دشمنان اسلام کو یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ اسلام کا مرکزی کردار امن ہے، جہاد اسلام کا مرکزی نقطہ نہیں ہے، میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ جو کچھ تاثر دیا جارہا ہے کہ اسلام جابر مذہب ہے سراسر غلط ہے، اسلام میں تلوار اس وقت اٹھائی جاتی ہے جب خود کا دفاع کرنے کے تمام راستے بند ہوجاتے ہیں، اپنے مذہب پر عمل کرنے کی ساری آزادی ختم کردی جاتی ہے اور دشمن خود مسلح ہوکر میدان میں اتر جاتا ہے، اسلام کی بنیاد امن اور رواداری پر ہے، ظلم وتشدد پر نہیں، جہاد کا غلط مطلب نکال کر مسلمانوں کو ظالم ٹھہرانیوالے خود ظالم بن رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو قریب سے دیکھ رہے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ انہیں کب تک مہلت دینا ہے اور کب پکڑنا ہے، جب پکڑینگے تو چھوٹنے کے سارے راستے بند ہوجائیں گے۔

اسلام نے ظلم کو مٹایا ہے

اسلام کی جہاں یہ سینکڑوں خوبیاں ہیں کہ وہ سب کیلئے ہے جو بھی داخل ہوگا وہ اسکا استقبال کرے گا، یہ وہ مذہب ہے جو دنیا کی ہر قوم میں آیا ہے اس کو ہر ملک اور ہر قوم کیلئے بھیجا گیا ہے، یہ وہ مذہب ہے جس نے انسان کو اتنا اونچا اٹھایا اور اس قدر بلند مقام عطا کیا کہ ساری مخلوقات میں اس کو اشرف قرار دیا اور اتنی وسعت اس مذہب نے اپنے اندر رکھی کہ ہر گرے ہوئے طبقہ کے فرد کو کلمۂ توحید کے زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرتے ہی اپنا ایک فرد بنالیا، اس کو المسلم اخو المسلم کہہ کر یہ اعزاز عطا کیا گیا کہ وہ مسلمان جو باپ دادا سے مسلمان ہے اور وہ مسلمان جو ابھی اسلام کے دائرے میں داخل ہوا ہے ان دونوں میں کوئی امتیاز نہ رہا، دونوں ایک ہی صف میں کھڑے ہیں بلکہ اس مسلمان کو ایک گنا زیادہ فضیلت دی گئی کہ اسلام لاتے ہی پچھلے گناہ مٹ گئے گویا وہ نومسلم سارے گناہوں سے پاک وصاف ہوگیا، یہ وہ مذہب ہے جس نے اونچ نیچ اور چھوت چھات سب کو دفن کردیا اور تمام خاندانوں اور قبیلوں کو شیر وشکر کی طرح ملا دیا جہاں اس مذہب کی یہ اور اس جیسی سینکڑوں خوبیاں ہیں وہیں اس مذہب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس نے ظلم کو مٹایا ہے، وہ ہر طرح کے ظلم کو مٹاتا ہے، یہ وہ مذہب ہے جو زندگی کے ہر طبقہ اور فرد کو پستی سے نکال کر بلندی کی سطح پر لاکھڑا کرتا ہے، وہ لوگ جو معاشرت کے لحاظ سے پست ہیں اسلام ایسی تعلیم دیتا ہے کہ ان کی معاشی پستی دور ہوجائے، زکوۃ وصدقات کے احکامات اسی لئے تو دیئے گئے ہیں، اسلام معاشرتی اعتبار سے جو پستی میں ہیں ان کی اس پستی کو دور کرتا ہے اور یہ تعلیم دیتا ہے کہ کسی گورے کو کالے پر فوقیت نہیں، سب آدم کی اولاد ہیں، سب کو جینے کا برابر کا حق ہے، اس مذہب نے مساوات اور انصاف کی ایک مثال قائم کی اور یہ درس دیا کہ تم میں گورا، امیر، لمبا، عربی، حسین وجمیل قابل اکرام نہیں بلکہ وہ شخص قابل اکرام ہے جس کے دل میں تقوی ہو، پرہیزگاری ہو، اگر تقوی غریب و

مسکین کے دل میں ہے تو وہ بہتر ہے اس امیر ورئیس سے جس میں تقوی نہیں' اگر تقوی عجمی شخص میں ہے تو وہ بہتر ہے اس عربی سے جس میں تقوی نہیں، اسلام کے اس دامن میں جو فرد یا جو گروہ بھی آئے گا اسلام اسے انصاف کا تحفہ پیش کرے گا، دنیا کے تمام مظلوم طبقوں کیلئے جو ظلم کا شکار ہیں اسلام اپنے دامن رحمت میں جگہ دیتا ہے۔

مرض کا سبب کیا ہے؟

آج پوری دنیا میں یہ آواز ہے کہ فلاں دہشت گرد ہے اور فلاں دہشت پسند ہے، آخر یہ دہشت گرد اور دہشت پسند آئے کہاں سے؟ ان کو پیدا کرنے والے کون ہیں؟ کیا یہ خود پیدا ہو گئے؟ آخر ان کو اپنے سارے کام کاج چھوڑ کر اس کام میں لگنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ آخر ان کو بھی تو زندگی پیاری ہے؟ انکے بھی تو بشری تقاضے ہیں، انکے بھی تو ماں باپ اور اہل وعیال ہیں؟ انکے بھی تو وہی فطری جذبات ہیں جو ایک عام انسان میں ہوتے ہیں؟ کس کو اپنی جان پیاری نہیں ہوتی؟ ان سب سوالوں کی طرف کسی کا ذہن کیوں نہیں جاتا؟ آخر مرض ہی کی طرف کیوں ساروں کی نظر ہے، مرض کے اسباب کی طرف کسی دانا اور حکیم کی نظر کیوں نہیں جاتی؟ اگر مشاہدات وتجربات کی روشنی میں کوئی عقلمند ان تمام سوالات کے جوابات دینا چاہے تو شاید وہ یہی کہے گا کہ لوگو! دہشت گرد خود سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ زمانہ کے حالات اور اہل زمانہ کے لامتناہی مظالم ہی آدمی کو دہشت گرد بناتے ہیں، جو آج دہشت گردوں پر لعن طعن کر رہے ہیں وہی ان کے وجود کا حقیقی ذریعہ ہیں، جن ظالموں نے اقتدار میں رہ کر اپنی رعایا کا استحصال کیا، اور کسی خاص قوم اور اس قوم کے محبوب ترین مذہب کو نشانہ بنایا، انکے شعائر کو منہدم کیا، ان کی قوت کو کمزور کرنے کی سازش کی، ان کی تہذیب کو کچلنے کی تدبیر کی، ان کی نسلوں کو ان کے مذہب سے دور کرنے کے حربے استعمال کئے، ان کی سیاسی ومعاشی طاقت کو کھوکھلا کرنے کا منصوبہ بنایا، تو چند غیرت مندوں کا ایمان جاگ اٹھا، چند باضمیر لوگوں کا ضمیر بیدار ہوا پھر ان کے سامنے ایک ہی

چیز تھی کہ وہ ظلم کا جواب دیں، اگر چہ کہ ان کے بعض طریقے انسانیت سوز ہیں گھناؤنے ہیں، لیکن ان کے سامنے دباؤ کی ایک ہی صورت تھی انہوں نے اپنا کام شروع کیا، اگر ملکی سطح پر ہمارا ملک اور بین الاقوامی سطح پر وہ ملک جس کو اپنے بڑے ہونے پر ناز ہے (اگر چہ کہ اس کی قوت ایک آدمی کی قوت سے کم ہے جیسا کہ پوری دنیا نے مشاہدہ کیا) دونوں اس مذہب کے ماننے والوں کو مذہب پر چلنے کی آزادی دے دیں اور خلوص نیت کے ساتھ اس قوم سے معاملہ رکھیں، اور دیگر اقوام کے ساتھ جس عادلانہ ومنصفانہ رویہ کو اپنایا جاتا ہے وہی رویہ اس قوم سے اپنایا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس قوم کا کوئی فرد ایسا کوئی مظاہرہ کرے جس مظاہرہ سے ان کی ناک کٹ جائے اور کان پھٹ جائیں، اس وقت اہم مسئلہ بڑے بڑے حاکموں اور بڑی بڑی سلطنتوں کیلئے یہ ہے کہ وہ مثبت انداز میں اس بات پر غور کریں کہ آخر دہشت گردوں کی پیدائش کیوں ہوئی؟ ان کی سلطنتوں میں کہاں کہاں جھول ہے، ان کے کارندوں کی کونسی کونسی کارروائیاں ظالمانہ ہیں؟ کسی گروہ کو صرف باغی اور دہشت پسند سمجھ کر اس سے منفی رویہ اختیار کرنا مسئلہ کا حل نہیں ہے بلکہ حکومت اور حکمرانوں کی جس غلطی کی وجہ سے وہ اس میدان میں کودا ہے اس غلطی کو دور کرنا ہی مسئلہ کا اصل حل ہے۔

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

ملک کے سربراہ منصف اگر بن جائیں

اگر ملک کا بادشاہ انصاف کا لباس پہن لیتا ہے تو رعایا کا ہر فرد اس کے اس لباس کو برقرار رکھتا ہے لیکن اگر ملک کا بادشاہ تعصب اور ظلم پہ اتر آتا ہے اور اپنے چیلے چانٹوں کو ظلم پر اکساتا ہے اور ان کے ظلم پر انہیں شاباشی بھی دیتا ہے تو پھر رعایا اس کو کس طرح کرسی پر بیٹھے دیکھ سکتی ہے، ان بادشاہوں اور سربراہوں کو اس حقیقت سے باخبر رہنا چاہئے کہ عدل وانصاف کی تاثیر سے ان کی زندگی کو سکون نصیب ہوتا ہے اور اس عدل وانصاف کی خوشبو سے امن کی راہیں کھلتی ہیں اور یہی عدل وانصاف ملک کے انتظام کو استحکام بخشتا ہے، جو بادشاہ اور حکمران اپنے ملک کو انصاف دیتے ہیں ان بادشاہوں کی رات آرام کی نیند میں

گزرتی ہے ورنہ دن میں مخالفت کی ہواؤں کا چہرہ دیکھنا پڑتا ہے اور رات میں حملہ کے خوف سے آنکھیں ملنا پڑتا ہے۔

دنیا کو انصاف سے خوش رکھنے والے بادشاہ کو اپنے ساتھ کسی محافظ کو رکھنے کی ضرورت نہیں، اسکا انصاف خود اسکی حفاظت کرتا ہے اور پوری رعایا اسکی محافظ ہوتی ہے، لیکن جب بادشاہ خود ظالم ہوتا ہے یا ظالموں کا طرفدار اور حامی ہوجاتا ہے تو مجرموں کی طرح چھپ چھپ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا پڑتا ہے، وہ کسی مجمع میں بلا جھجک کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہوتا ہر لمحہ اس کا ظلم اسکو خوف دلاتا رہتا ہے کہ پتہ نہیں کہ مشرق سے کیا آئے گا اور مغرب سے کیا آئیگا؟ انصاف کے دروازوں کو کھلا رکھنے والے حکمران کیلئے ہر طرف دروازے کھلے ہیں وہ جس دروازے سے چاہے بلا خوف وخطر داخل ہوسکتا ہے، لیکن جس نے ظلم کے دروازوں کو کھول دیا ہو تو پھر تو سارے ہی دروازوں سے یہی آواز آئیگی کہ یہاں سے مت جاؤ خطرہ ہے، وہاں سے بھی نہیں اور وہاں سے بھی نہیں؟۔

ظالم حکمرانوں کا ملک اجڑ جاتا ہے

جب حکمران خود ظالم ہوجاتے ہیں تو حکمرانوں کے مشیر وارکان ظالموں کے باپ بن جاتے ہیں، جب انصاف ملک میں پھیل جاتا ہے تو وہ زمانہ یاد آتا ہے جب ہر طرف بادل چھایا ہوا ہو، بارش ہورہی ہو، زمین نہا رہی ہو، باغ لہلہا رہے ہوں، چمن پھولوں سے لدے ہوں، درخت پھل سے جھکے ہوں' ماحول سرسبز وشاداب ہو، ہرایک کا چہرہ چہک رہا ہو، اور جب انصاف کے سارے پتے جھڑنے لگتے ہیں، اور ظلم کے کانٹے بکھرنے لگتے ہیں تو وہ زمانہ یاد آتا ہے جس کو پت جھڑی کا زمانہ کہتے ہیں، زمین سوکھی ہوئی، درختوں کے پتے بیوہ عورتوں کی طرح کھڑے ہوئے، ظلم کی طوفانی ہواؤں سے بچنے کیلئے لوگ اِدھر اُدھر پناہ گاہ تلاش کرتے ہوئے، کسی چنگاری کے آگ بن کر ابھرنے پر اپنا سب کچھ کمایا ہوا چھوڑ کر بھاگتے ہوئے، بڑی خرابی ہے اس حکمران کیلئے جس نے ظلم کی آگ سے

ملک کو ویران کر دیا، جب حکمران خود اپنے ماتحتوں کو ظلم کی اجازت دیدے اور وہ خود ظلم کی آگ پر پٹرول چھڑک دے اور روتے بلکتے بچوں اور عورتوں کی آہ کی پرواہ نہ کرے اور اس کے ظلم کی آگ کا دھواں لوگوں کے دلوں سے اٹھنے لگے اور اس حکمران کے حق میں بدعا کا کوئی جملہ قادر مطلق کی بارگاہ میں مقبول ہو جائے تو پھر معاملہ لوٹ کر آنے والا ہی ہے، اس لئے کہ جب مظلوم کی آہ دل سے نکلتی ہے تو وہ آہ ساری حکومت میں لرزہ پیدا کر دیتی ہے پھر تو اس ظالم حکمران کے حصہ میں سوائے زوال، بدنامی، رسوائی، ذلت وخواری کے کیا آنے والا ہے؟ جو حکمران پوری دنیا کے احوال سے واقف ہے مگر مظلوم کی آہ سے غافل ہے اس کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ عالم کا خالق اس ظالم سے غافل نہیں ہے، اگر حکمران کا ہاتھ مضبوط ہے تو اس کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ زمین وآسمان کے مالک کا ہاتھ اس سے زیادہ مضبوط اور طاقتور ہے۔

حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں بادشاہ جب ظلم کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی سلطنت میں خلل ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ بازاروں، زراعت اور باغات میں کمی آجاتی ہے۔

ظالم کیوں اتنا بے خبر ہے؟

ظاہراً ظالم غالب اور طاقتور محسوس ہوتا ہے اور مظلوم مغلوب اور کمزور نظر آتا ہے لیکن ظالم کا غلبہ اور اسکی قوت بھی وقتی ہے اور مظلوم کا مغلوب اور کمزور ہونا بھی وقتی ہے، اسلئے کہ ان دونوں کا انجام اسکے برعکس ہوتا ہے، ظالم اپنے ظلم کی سزا پاتا ہے اور کمزور ہوتا ہے، اور مظلوم کو خدائی مدد ملتی ہے جس سے اس کو طاقت وتوانائی ملتی ہے، جس کی وجہ سے وہ طاقتور ہو جاتا ہے، دنیا میں یہی ہوتا آیا ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو آئندہ بھی یہی ہوگا، اس حقیقت کو ظالم تسلیم کرے یا نہ کرے مگر وقت اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور کرے گا، دنیا نے کیا کیا نہیں دیکھا؟ اور کیا کیا نہیں سنا؟ ظالموں کو ظلم میں مزہ آتا ہے اور مظلوم کو ظلم سہتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے، لیکن ظالم کا مزہ وقتی ہوتا ہے اس مزہ کے بعد وہ سزا پائے گا اس

لئے وہ اس مزہ کو بھول جائے گا، اور مظلوم کی تکلیف رفتہ رفتہ جاتی رہے گی اور اس ظلم کی جزاء کا مزہ وہ لیتا رہے گا، اور مظلوم اپنی تکلیف کو بھول جائے گا اور ظالم اپنے مزہ کو بھول جائے گا، بھلا یہ بتاؤ کہ نفع میں کون ہے؟ فرق صرف یہ ہے کہ ظالم کو ظلم کے دنوں میں اس قدر گہرائی میں جانے کی فرصت نہیں ملتی اور اگر فرصت ملتی بھی ہے تو اردگرد کے ماحول کا دباؤ اس قدر طاقتور ہوتا ہے کہ وہ اس مستی میں مست رہتا ہے اور اسی میں گم ہو جاتا ہے، ظالم اپنے ظلم کا خمیازہ بھگت کر ناکام ہو جاتا ہے اور مظلوم اپنی مظلومیت کی جزا پا کر کامیاب ہو جاتا ہے، ظالم کی خوشی وقتی اور غم وحسرت دائمی ہوتی ہے جبکہ مظلوم کا غم وقتی اور اسکی خوشی دائمی ہوتی ہے۔

فزت برب الکعبہ کعبہ کے رب کی قسم میں تو کامیاب ہوگیا، یہ اس صحابی کا قول مبارک ہے جس نے شہادت کا جام پی لیا تھا اور اپنے دشمن کی نگاہوں کے سامنے ہی جان جان آفرین کے حوالہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں تو کامیاب ہوگیا، اسلئے کہ میں نے میری وہ منزل دیکھ لی ہے جسکو ''جنت'' کہتے ہیں، اسی ایک جملہ نے اس دشمن کو یہ سوچنے پر مجبور کیا تھا کہ آخر یہ شخص اپنی جان دیتے ہوئے یہ کیوں کہہ رہا ہے کہ وہ کامیاب ہوگیا، آخر اس نے اپنا نتیجہ اور اپنا اچھا انجام دیکھ لیا ہے اسی لئے تو وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میں کامیاب ہوگیا، آخر یہ ایسے وقت جبکہ عموماً جھوٹ نہیں کہا جاتا یہ کہہ رہا ہے کہ وہ کامیاب ہوگیا، آخر اس میں کوئی نہ کوئی راز ہے، اس جملہ نے اس دشمن کو اسلام کی راہ بتائی اور دائرۂ دین میں داخل ہوگیا، تاریخ اس صحابی رسول کو جس نے فزت برب الکعبہ کہا تھا اور شہادت کا جام پیا تھا عامر بن فہیرہ کہتی ہے اور جس نے ان کو نیزہ مارا تھا اور ان کے اس جملہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا تھا وہ جبار بن سلمہؓ ہیں۔

اے ظالمو! کیا ان آگ میں تپنے والوں کی آہوں میں تمہیں سوچنے کا کوئی موقع نہیں ملتا؟ ان معصوم فریادی بچوں کی فریاد میں کوئی درس تمہیں نہیں ملتا؟ ان حاملہ خواتین کی چیخ میں تمہیں کوئی عبرت کا پہلو نظر نہیں آتا؟ ان معصوم غریبوں کے بے آسرا ہونے کے مناظر سے تمہیں کوئی ایسا سبق نہیں ملتا جس سے تمہارا ضمیر جاگ جائے، تمہارا دل پگل جائے،

ہائے ان دلوں پر جو پتھروں سے زیادہ سخت ہوگئے اور افسوس ان دلوں پر جن پر تالے لگ گئے ۔اب تو ہم پر دوہری ذمہ داری ہوگئی کہ ایک تو ان مظلوموں کی شہادت پر غم کریں اور دوسرے ان ظالموں کے دلوں کی سختی پر ماتم کریں۔ ہائے ہائے پتھروں کو پوجنے والوں کے دل بھی پتھر ہوگئے۔

ظلم اچھے اوصاف کوڈھانپ دیتا ہے

دس لیٹر دودھ کو بکری کی صرف ایک مینگنی خراب کر دیتی ہے، اس مثال سے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آدمی میں سینکڑوں خوبیاں ہوتی ہیں لیکن کوئی ایک برائی جب اس میں پیدا ہوتی ہے تو وہ ایک برائی سینکڑوں خوبیوں پر پردہ ڈال دیتی ہے، ہم اس مثال کو ایک تاریخی شخص سے جوڑ کر ایک نتیجہ اپنے قارئین کو دینا چاہتے ہیں کہ وہ کونسی برائی ہے جو سینکڑوں خوبیوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔

وہ تاریخی شخص حجاج بن یوسف ہے جس نے کوفہ میں بیٹھ کر زبردست فتوحات حاصل کیں، یہ وہ شخص ہے جسکے دور میں اسلامی فتوحات کا دائرہ سندھ اور ہند سے دوسرے علاقوں تک پھیل گیا، یہ وہ شخص ہے جس نے قرآن کریم پر اعراب (زبر' زیر' پیش) لگوائے' یہ حافظ قرآن بھی تھا، شراب نوشی اور بدکاری سے بچتا بھی تھا، جہاد کا دھنی بھی تھا اور فتوحات کا شوقین بھی' ان تمام خوبیوں پر ایک برائی کا غلبہ تھا جس برائی نے حجاج بن یوسف کو تاریخ کے اس باب میں شامل کیا جہاں لوگ ظالموں کی فہرست دیکھتے ہیں، حجاج بن یوسف جس برائی کا شکار تھا وہ ہے اسکا ظلم، یہ وہ ظالم درندہ تھا جس نے اللہ کے نیک بندوں، علمائے امت اور اولیاء امت کے خون سے ہولی کھیل رہا تھا، ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ہشام بن حسان سے نقل کیا ہے کہ حجاج نے ایک لاکھ بیس ہزار انسانوں کو قتل کیا ہے، یہی وہ شخص ہے جس نے عظیم تابعی اور زاہد انسان حضرت سعید بن جبیرؒ کا قتل کیا تھا، اس قتل کے بعد گویا اسکے مظالم کی سزاؤں کا سلسلہ شروع ہوا، اور دنیا ہی میں اس نے اپنے

مظالم کی سزا پائی ، اس قتل کے بعد اس پر وحشت سی طاری ہوگئی تھی اسکو بیماری لگ گئی تھی ، وہ ایسی سخت سردی کا شکار ہوجاتا تھا کہ آگ سے بھری ہوئی انگیٹھیاں اس کے پاس لائی جاتیں اور اس قدر قریب رکھ دی جاتیں کہ اس کی کھال جل جاتی مگر اسے احساس نہیں ہوتا تھا ، بالآخر اس نے حضرت حسن بصریؒ کو بلوایا ان سے دعاء کی درخواست کی ، وہ حجاج کی حالت کو دیکھ کر رو پڑے اور کہنے لگے میں نے تجھے منع کیا تھا کہ نیک بندوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کرنا ان پر ظلم نہ کرنا ، اس ظالم کے چہرے پر دنیا سے جاتے ہوئے ندامت کی ظلمت وتاریکی تھی ۔

ظالموں کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے ، آج ظلم معاشرہ میں پھیل چکا ہے ، گھروں میں ظلم ، کارخانوں میں ظلم ، بازاروں میں ظلم ، دفتروں میں ظلم ، حکومت کے ایوانوں میں ظلم ، ہر جگہ ظلم ہی ظلم کی آگ نظر آرہی ہے ۔ جب ظلم بڑھ کر اجتماعی شکل اختیار کرلے تو حضرت علیؓ کے اس قول مبارک کو ذہن میں بٹھالیا جائے کہ کوئی ملک کفروشرک کے ساتھ تو قائم رہ سکتا ہے مگر ظلم کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتا ۔

کنفیوش نامی مفکر نے بڑی اچھی بات کہی تھی کہ ’’ لوگوں کی نظروں میں ایک ظالم حکمران جنگل کے شیروں سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے ‘‘ ۔

اے ظالم ! تو مظلوم بھی بنے گا

حالات ہر وقت ایک جیسے نہیں ہوتے ، حالات کا رخ پلٹتا رہتا ہے ، دنیا کا ایک امیر انسان ہمیشہ امیر نہیں ہوتا وہ کبھی غریب بھی ہوجاتا ہے ، طاقتور ہمیشہ طاقتور نہیں ہوتا وہ کبھی کمزور بھی ہوجاتا ہے ، تندرست ہمیشہ تندرست نہیں رہتا وہ کبھی بیمار بھی ہوجاتا ہے ، درخت کا پتا ہمیشہ ہرا نہیں رہتا وہ کبھی پیلا بھی پڑجاتا ہے ، بالکل اسی طرح ظالم ہمیشہ ظالم بن کر نہیں رہتا زمانہ کی رفتار اور اونچ نیچ اسکو ظالم سے مظلوم بھی بنا دیتی ہے ، وہ ظالم انسان عقلمند نہیں بلکہ نادان اور بیوقوف ہے جو یہ بھول جاتا ہے کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ قدرت کا

نظام ایک اور ظالم کو پیدا کردے اور اسکی نگاہ میں یہ خود مظلوم بن جائے، جب ظالم کسی کو اپنے پنجہ اور قبضہ میں لے کر ظلم کرتا ہے تو اسے یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ ایک دن وہ کسی اور کے قبضہ میں مظلوم بن کر جاسکتا ہے، اگر وہ کسی کی عزت وآبرو پر آج حملہ کررہا ہے تو آنے والا کل دور نہیں ہے، ہوسکتا ہے آنے والے کل میں اسکی عزت اور آبرو پر کوئی اور حملہ کردے، دنیا میں ایسا ہوتا رہتا ہے، مشاہدات خود اس حقیقت کو سمجھنے کیلئے کافی ہیں، ظالم نے آج اگر ظلم کا بیج بویا ہے اسے یہ ہرگز توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ اس کو انصاف کا پھل دیا جائیگا۔

اگر قابیل نے ہابیل کو قتل کے ذریعہ ظلم کیا تھا تو قدرت نے قاتل وظالم قابیل کو ایک ادنی مخلوق (کوے) سے سبق سکھلایا اور قابیل کی زبان سے یہ جملہ نکلا جبکہ وہ اپنے مقتول ومظلوم بھائی کی لاش کو لئے پھر رہا تھا اور کوے نے رہنمائی کی تھی تو وہ اپنے اوپر ملامت کرتے ہوئے یوں کہہ رہا تھا ہائے افسوس! کیا میں ایسا گیا گزرا ہوگیا کہ اس کوے جیسا بھی نہ بن سکا، یہ ہے ظالم کا انجام۔

فرعون نے بنی اسرائیل پر ظلم کیا اس قوم کے مردوں اور عورتوں کو غلام بنایا اور باندیوں سے نچلے کام لئے، ان میں پیدا ہونے والے معصوم بچوں کو قتل کروایا، قادر مطلق نے اس گھمنڈی ظالم کو اسکے بدترین انجام تک پہنچایا، وہی دریا جو اس کی ملکیت میں تھی جن دریاوں اور نہروں کو وہ اپنے لئے باعث فخر سمجھتا تھا اور یہ کہا کرتا تھا کہ کیا میری ملکیت میں یہ نہریں نہیں ہیں جو میرے نیچے بہہ رہی ہیں، وہی قابل فخر چیز اس کی تباہی وبربادی کا ذریعہ بن گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اسی دریا میں غرق کردیا اور بتادیا کہ اس شخص کا انجام کیا ہوا، جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ اور پوری قوم کو اپنا غلام سمجھتا تھا، قرآن مجید نے اس ظالم کے بارے میں یوں کہا **فاهلكناهم بذنوبهم واغرقنا آل فرعون وكل كانوا ظالمين(۱۵۴ الانفال)** پھر ہلاک کردیا ہم نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے اور ڈبو دیا ہم نے فرعون والوں کو اور وہ سارے ظالم تھے۔

ان اقوام کا کیا انجام ہوا جو پہاڑوں کو تراشتے اور اپنا گھر بناتے تھے وہ بڑے لحیم شحیم

قدآور اور طاقتور تھے، اپنے محسن نبیوں کے ساتھ جب یہ ظلم کرنے لگتے ہیں تو ان ظالموں کو کبھی تو ایک چیخ کے ذریعہ، کبھی تو تیز وتند ہواؤوں کے ذریعہ نیست ونابود کیا گیا، دنیا کی ان ساری قوموں کا یہی حشر ہوا جنھوں نے ظلم کو اپنا پیشہ بنالیا تھا۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفانؓ پر ظالموں نے ظلم کیا،تلواروں سے وار کیا،جن بدبختوں نے ان پر ظلم کیا تاریخ نے انکے انجام کو اپنے اوراق میں محفوظ کردیا، سودان بن عمران جو اس حملہ میں شامل تھا اسکو حضرت عثمانؓ کے غلام نے قتل کیا اور دنیا ہی میں سزا دی، اشتر کو زہر دے کر ہلاک کیا گیا جو حملہ آوروں میں شامل تھا، اور عمر بن الحق جس نے حضرت عثمانؓ کے سینے پر چڑھ کر مسلسل وار کئے تھے وہ استسقاء کی بیماری میں مبتلا ہوا، اسکے سینہ میں آگ لگی ہوئی تھی جو کسی طرح بجھتی نہ تھی، وہ بالآخر تیروں کا نشانہ بنا اور اپنے ظلم کے انجام کو پہنچا۔

وہ ظالم جنھوں نے حضرت امام حسینؓ کو شہید کیا ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی سزا میں مبتلا ہوگئے بعض اندھے ہوگئے، بعض خوفناک بیماریوں میں مبتلا ہوگئے، بعض پاگل ہوگئے۔

یہ چند نمونے ہیں جن کا ذکر کیا گیا ورنہ تاریخ وسیرت کی کتابوں میں ایسے سینکڑوں واقعات ہیں جن سے یہ بات واضح طور پر محسوس ہوتی ہے کہ ظالم کو دنیا میں بھی اپنے ظلم کی نقد سزا ملتی ہے اور آخرت کا عذاب تو اپنی جگہ اٹل ہے۔

ظلم کے بعد کیا ہوتا ہے؟

قرآن مجید میں جگہ جگہ انسانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے کہ ظلم کرنے والوں کا دنیا میں کیا انجام ہوا، ہم چند آیتوں کے حوالہ سے اس حقیقت کو واضح کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہمیں یہ معلوم ہوجائے کہ ظلم کے بعد ظالموں کی حالت کیا ہوتی ہے، سورۂ یونس کی آیت نمبر (۱۳) میں اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے بارے میں فرمایا **ولقد اھلکنا القرون من قبلکم لما ظلموا** اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کردیا ہے جب کہ

انہوں نے ظلم کیا (یہاں یہ بات ذہن میں رہنا چاہیے کہ کفروشرک بھی ظلم ہی ہے) سورۂ ہود کی آیت نمبر ۶۷ میں ظالموں کے بارے میں فرمایاواخذالذین ظلموا الصیحۃ فاصبحوا فی دیارھم جٰثمین کان لم یغنوافیھا، اورپکڑلیاان ظالموں کوہولناک آواز نے پھرصبح کورہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے جیسے کبھی رہے ہی نہ تھے وہاں۔

اسی سورہ کی آیت ۹۴ میں فرمایا واخذت الذین ظلموا الصیحۃ فاصبحوا فی دیارھم جٰثمین کان لم یغنوا فیھا ' آ پکڑاان ظالموں کوکڑک نے پھرصبح کورہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے گویاکبھی وہاں بسے ہی نہ تھے۔

سورۂ انبیاء کی آیت نمبر (۱۱) میں یوں فرمایاوکم قصمنا من قریۃ کانت ظالمۃ وانشانا بعدھا قوما آخرین اورہم نے بہت سی بستیاں جن کے رہنے والے ظالم تھے تباہ کرڈالیں اوران کے بعددوسری قوم پیداکردی توجب ان ظالموں نے ہماراعذاب آتا دیکھاتواس بستی سے بھاگناشروع کیا' بھاگومت اوراپنے سامان عیش اوراپنے مکانات کی طرف واپس چلوشایدتم سے کوئی پوچھے پاچھے وہ لوگ کہنے لگے کہ ہائے ہماری کمبختی ! ہم لوگ ظالم تھےان کایہی شوروغل رہایہاں تک کہ ہم نے ان کوایسانیست ونابودکردیاجس طرح کھیتی کٹ گئی ہویاآگ بجھ گئی ہو۔اس آیت میں جن بستیوں کی تباہی کاتذکرہ ہےان بستیوں سےبعض مفسرین کی مرادیمن کی بستیاں ہیں جن بستیوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے ایک رسول بھیجا توبستی والوں نے اس نبی کوقتل کرڈالا اللہ تعالیٰ نے اس ظلم کی پاداش میں ان پرایک کافر بادشاہ بخت نصرکومسلط کیاجس کے ہاتھوں ان کی بستیاں تباہ ہوگئیں ،معلوم ہواکہ ظلم کاانجام ہلاکت وتباہی ہی ہے۔

اسلام میں ظلم حرام ہے

قل انماحرم ربی الفواحش ماظھرمنھاومابطن والاثم والبغی بغیرالحق وان تشرکوابااللہ مالم ینزل بہ سلطناوان تقولواعلی اللہ مالا تعلمون(۳۳/الاعراف)

آپ فرمادیجئے ،میرے رب نے صرف حرام کیاہےتمام فحش باتوں کوان میں جوعلانیہ ہیں

وہ بھی اور ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی ،اور ہر گناہ کی بات کوحرام کیا ہے اور ناحق کسی پر ظلم کر نے کوحرام کیا ہے اوراس بات کوحرام کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی چیز کوشریک ٹہراو جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی، اوراس بات کوحرام کیا ہے کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگادو جس کی تمہارے پاس کوئی سند نہ ہو۔

اس آیت میں جہاں بے حیائی اور ہر قسم کے گناہوں کے کاموں کوحرام قرار دیا گیا اور شراور بہتان کوحرام قرار دیا گیا وہیں ناحق کسی پر ظلم کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے، جس طرح سود اور رشوت حرام ہے، خنزیر اور مردار کا گوشت کھانا حرام ہے اسی طرح کسی پر ناحق ظلم کرنا حرام ہے، چاہے وہ ظلم کسی مسلمان کی طرف سے کسی مسلمان پر ہو یا کسی مسلمان کی طرف سے کسی کافر پر ہو یا کسی کافر کی طرف سے کسی مسلمان پر ہو، ظلم ظلم ہے چاہے وہ کسی کی طرف سے بھی کیوں نہ ہو۔

اگر باپ اپنے بیٹے پر ناحق ظلم کرے وہ بھی حرام ہے، اگر بیٹا اپنے باپ پر ناحق ظلم کرے وہ بھی حرام ، اگر استاد اپنے شاگرد پر ناحق ظلم کرے وہ بھی حرام، اگر حاکم اپنی رعایا پر ناحق ظلم کرے وہ بھی حرام ہے، آج کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر حاکم اپنی رعایا پر ظلم کرے تو دنیا یہ سمجھتی ہے کہ یہ حاکم کا حق ہے، اگر کوئی بڑا ملک کسی چھوٹے ملک پر ناحق مداخلت کرے تو اس کو ایک قسم کا حق تصور کیا جاتا ہے اور اگر چھوٹا ملک بڑے ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرتا ہے اگر چہ کہ وہ حق ہو مگر اس کو ظلم تصور کیا جاتا ہے، آج چھوٹے ممالک کے ساتھ بڑے ممالک کا معاملہ ایسے ہی ہو رہا ہے، اور جن اداروں کو دنیا ثالث تصور کرتی ہے انکے بارے میں سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ظالم حکومت اس ادارہ کو عملاً خرید لیتی ہے، اور وہ ادارہ ثالث اور بظاہر انسانی حقوق کا نگہبان ہونے کے باوجود ایسے دباو میں ہوتا ہے کہ اس میں ظالم کے خلاف آواز لگانے کی اور مظلوم کی فریاد کو سننے کی جرأت وہمت تک نہیں ہوتی ، بھلا ایسے ادارہ سے انصاف کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

ظالم کو ظلم سے روکو

اہل دنیا کو امن وسلامتی کا ماحول اسی وقت مل سکتا ہے جبکہ وہ گناہ کے کام کرنے والوں کو گناہ سے روکدیں، اگر ہر آدمی صرف اپنی فکر آپ کرنے لگے اور دوسروں کو گناہ میں ملوث دیکھے اور باوجود قدرت وطاقت کے اس کو گناہوں سے نہ روکے اور یہی سلسلہ چل پڑے تو پھر گناہوں کی کثرت اور نیکیوں کی قلت ہوجائے گی نتیجہ یہ ہوگا کہ گنہ گاروں میں اضافہ اور نیکوکار کم ہوجائینگے اور جب یہ صورت حال پیش آجائے گی تو دنیا فساد و بگاڑ کا اڈہ ہوجائے گی اور امن وسلامتی کی ساری فضا مکدر ہوجائے گی، اسی لئے کسی بھی قسم کے گناہ کو دیکھنے کے بعد ایمانی تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ اس گناہ سے باز آنے کی تلقین کی جائے ، انہی گناہوں میں سے ایک گناہ ظلم بھی ہے، جب لوگ کسی ظالم کو ظلم کرتا ہوا دیکھیں اور باوجود قدرت وطاقت کے ظالم کو ظلم سے نہ روکیں تو انہیں پیارے پیغمبر ﷺ کے اس فرمان پر توجہ دینی چاہیے، اور اس نتیجہ سے باخبر ہونا چاہیے جو آپ ﷺ نے بیان فرمایا، چنانچہ ابوداود اور ترمذی میں صحیح سند کے ساتھ یہ بات منقول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور ظلم سے اس کا ہاتھ نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب عام کردیں، صحیح بخاری میں حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے قانونی حدود کو توڑنے والے لوگ گناہ گار ہیں اور جو لوگ ان کو دیکھ کر باوجود قدرت کے انکو اس گناہ سے نہیں روکتے ان دونوں گروہوں اور طبقوں کے بارے میں فرمایا ان دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بحری جہاز کے دو طبقے ہوں اور نیچے کے طبقے والے اوپر آکر اپنی ضرورت کے لئے پانی لیتے ہوں جس سے اوپر والے تکلیف محسوس کریں اور نیچے والے یہ دیکھ کر یہ صورت اختیار کریں کہ کشتی کے نچلے حصہ میں سوراخ کر کے اس سے اپنے لئے پانی حاصل کریں اگر

ایسی صورت میں اوپر کے لوگ نیچے کے طبقہ میں رہنے والوں کی اس حرکت کو دیکھیں اور ان کو ان کی اس حرکت سے منع بھی نہ کریں تو ظاہر ہے کہ پانی پوری کشتی میں بھر جائے گا اور جب نیچے والے غرق ہوں گے تو اوپر والے بھی ڈوبنے سے نہ بچیں گے۔

اس حدیث کا واضح مطلب یہ ہیکہ اگر ظالموں کی جماعت ظلم کر رہی ہو اور ایک جماعت اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہو اور باوجود قدرت و طاقت کے اس ظلم کے خلاف آواز بلند نہ کر رہی ہو اور ظالم جماعت کو ظلم سے باز رکھنے کی کوئی تدبیر نہ کر رہی ہو تو پھر اس کا خمیازہ ایک طرف ظالم کو بھی بھگتنا ہے کہ اس نے ظلم کیا اور ان لوگوں کو بھی بھگتنا ہے جنہوں نے خاموشی اختیار کی۔

جو لوگ اپنا الو سیدھا کرنے کیلئے یا اپنی کرسی بچانے کیلئے یا اپنے عہدہ پر قائم رہنے کیلئے ظلم کے خلاف آواز اٹھانے سے ہچکچاتے ہیں اور خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہتے ہیں انہیں یہ سمجھ کر مطمئن رہنا نہیں ہے کہ وہ اس معاملہ میں بالکل الگ ہیں بلکہ انہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب ظالم عذاب میں گرفتار ہوں گے تو ان ظالموں کے ساتھ ان کو بھی اس عذاب میں کھینچا جائے گا جنہوں نے خاموشی اختیار کی اور باوجود قدرت و طاقت کے ظالموں کو ظلم سے نہیں روکا۔

دو قوموں کا الگ الگ انجام

ہم فرعون اور آل فرعون سے بھی واقف ہیں اور مکہ کے قریش سے بھی واقف ہیں، کفر و شرک کے اعتبار سے دونوں برابر ہے، فرعون اور آل فرعون بھی کافر و مشرک اور مکہ کے قریش بھی کافر و مشرک، لیکن دونوں میں جو امتیازی فرق تھا وہ یہ کہ فرعون اور آل فرعون کافر و مشرک ہونے کے ساتھ ساتھ ظالم بھی تھے، مگر قریش مکہ کافر و مشرک تو تھے لیکن ان میں کچھ اچھے اوصاف بھی تھے، ایک تو یہ کہ وہ صلہ رحمی میں آگے تھے، ایک خاندان دوسرے خاندان سے تو لڑتا تھا مگر ایک خاندان کے لوگ آپس میں بہت کم لڑتے تھے دوسرا یہ کہ

قریش مہمان نواز تھے ، آج بھی اہل عرب کی مہمان نوازی مثالی ہے ، تیسرے یہ کہ وہ حجاج کرام کی خدمت کرتے تھے اگر چہ کہ زمانۂ جاہلیت کے مطابق حج ہوتا تھا مگر بیت اللہ کا حج کرنے والوں کی خدمت کرنے کو بہت بڑا اعزاز تصور کرتے تھے ، چوتھے یہ کہ بیت اللہ کی تعظیم کیا کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور آل فرعون کو تو دریا میں غرق کر دیا خصوصاً اس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم و بربریت کا سلسلہ شروع کیا تھا،مگر قریش مکہ کو باوجود کافر و مشرک ہونے کے دین و دنیا کی نعمتوں سے نوازا گیا ، ان کو دنیا کی نعمت سے نوازا گیا کہ مکہ کو پھلوں اور غذاوں کا مرکز بنا دیا،ان کی تجارتوں کو فروغ دیا گیا ،قریش کے بڑے بڑے قافلے ملک شام اور یمن جاتے اور کامیاب لوٹ کر آتے تھے اور دین کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے نبی کی امت میں بنادیا جس نبی کی امامت میں مقتدی بننے کی تمنا انبیاء کرام کرتے ہیں ،بعض قریش کی بدقسمتی تھی کہ انہوں نے دین کی اس نعمت کو نعمت نہ سمجھا اور دنیا میں بھی محروم ہوئے اور آخرت میں بھی۔

ان دو قوموں کے دو مختلف نتائج سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ظالم قوم دنیا میں کبھی سرخروئی نہیں حاصل کرسکتی ، جو قوم اس دنیا میں کامیابی و کامرانی کی خواہاں ہو اسے سب سے پہلے ظلم سے دور رہنا ہے اور انصاف سے گلے لگانا ہے۔

قادر مطلق ظلم نہیں کرتا اور تم ؟

یہ ہمارا ایمان ہے کہ زمین و آسمان کا سارا نظام رب ذوالجلال کے ہاتھ میں ہے، اسی کے ہاتھ میں آسمان و زمین کی کنجیاں ہیں له مقاليد السموٰت والارض ، وہی کسی کو خوشحالی اور کسی کو تنگدستی کی حالت میں رکھتا ہے،يبسط الرزق لمن يشاء و يقدر وہی کسی کو عزت کی بلندیوں تک پہنچاتا ہے اور کسی کو ذلیل کرتا ہے، تعز من تشاء و تذل من تشاء ، وہی کسی کو اولاد دیتا ہے کسی کو بانجھ بنا دیتا ہے يهب لمن يشاء اناثا و يهب لمن يشاء الذكور او يزوجهم ذكرانا و اناثا و يجعل من يشاء عقيما ۔ وہی کسی کو زندگی دیتا ہے کسی کو مو

ت دیتا ہے یحی و یمیت بید ہ الخیر وھو علی کل شیئی قد یر۔

وہی کسی کو مصیبت دیتا ہے اور کبھی معاف بھی کر دیتا ہے، وما اصاب من مصیبة الا باذن اللّٰہ ۔ وما اصابکم من مصیبة فبماکسبت ایدیکم ویعفواعن کثیر۔ وہ کسی مخلوق کو آگ سے، کسی کو مٹی سے، کسی کو پانی سے، کسی کو نور سے پیدا کرتا ہے، وہ کسی کو بادشاہ اور کسی کو فقیر بناتا ہے، کسی کو گنج ونعمت دیتا ہے اور کسی کو رنج وزحمت دیتا ہے، کسی کو محل میں اور کسی کو فٹ پاتھ پر سلاتا ہے، کسی کو بغیر باپ کے، کسی کو بغیر ماں باپ کے اور اکثر کو ماں اور باپ سے پیدا کرتا ہے۔

یہ قادر مطلق کی تقسیم ہے اور وہ اپنی اس تقسیم میں منصف اور عادل ہے، ذرہ برابر بھی وہ ظالم نہیں، اگر وہ کسی انسان کو بھوکا سلائے جب بھی وہ منصف ہے اور اگر کسی کو پیٹ بھر کر سلا دے جب بھی وہ منصف ہے، اس کا ہر قول، اس کا ہر فیصلہ عدل وانصاف پر مبنی ہے، ہر ایک کے فیصلہ پر چوں و چرا کا حق ہوتا ہے مگر اس رب ذوالجلال کے کسی بھی فیصلہ پر چوں و چرا کا کوئی حق کسی کو نہیں ہے، وہ مختار کل اور قادر مطلق ہے، دنیا اس کی ہے وہ اس کا مالک ہے، وہ بندوں کے گناہوں پر سزا اور ان کی نیکیوں پر جزا دیتا ہے، اور کبھی تو وہ معاف بھی کر دیتا ہے اس کو کوئی پوچھ نہیں سکتا، وہ سب کچھ کر سکتا ہے باوجود بادشاہ، قوی، طاقتور، زبردست، غالب، خالق، مالک، قہار، مضبوط، بلند، ذوالجلال ہونے کے وہ کبھی ظلم نہیں کرتا وان اللّٰہ لیس بظلام للعبید (۵۱/الا نفال) ہر قسم کی قدرت رکھنے والا جب ظلم نہیں کرتا فماکان ا للّٰہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون(۷۰/ التو بہ) سو اللہ تو ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا لیکن وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے۔

قوموں کی ہلاکتیں در اصل نتیجہ تھی اس بات کی کہ انہوں نے گناہوں کے ذریعہ اپنے اوپر ظلم کیا تھا، ہلاکت کا ماحول خود انہوں نے پیدا کیا تھا، ان کے پیروں پر کلہاڑی دوسروں نے نہیں خود انہوں نے ماری تھی۔

اے ظالمو! اب ذرا سوچو کہ زبردست قوت وطاقت رکھنے والا وہ پروردگار جس کے قبضہ میں ہر ایک کی جان ہے وہ رائی کے دانہ کے برابر ظلم نہیں کرتا لا یظلم مثقال حبة

مـن خـردل تو تم باوجود ناتواں، کمزور، ضعیف، مجبور، بے بس، لاغر اور معذور ہونے کے اپنے سے زیادہ کمزوروں اور اپنے سے زیادہ مجبوروں پر ظلم کرتے ہو۔

سبق حاصل کرو اس رحیم وکریم خالق و مالک سے جو ہر قسم کی قوت، طاقت اور قدرت رکھتا ہے ان اللّٰہ علی کل شیئی قدیر مگر کبھی ظلم نہیں کرتا اور تم کمزور و مجبور ہونے کے باوجود طاقت بھر ظلم کرتے ہو۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

اے ظالمو! وہ تم سے غافل نہیں

عموماً ظالم ظلم کیلئے ایسی صورتیں اختیار کرتا ہے جو کسی کے علم میں نہیں ہوتیں، محض اس لئے کہ کہیں اس ظلم کا ردعمل نہ ہو جائے، اس ظلم کے بدلہ میں خود مظلوم نہ ہو جائے، ظلم کرتے ہوئے ظالم یہ سمجھتا ہے کہ میرے اس ظلم سے کوئی واقف نہیں، ہاں! اس کا یہ سمجھنا بظاہر درست معلوم ہوتا ہے کہ اسکے ظلم سے کوئی دوسرا انسان واقف نہیں لیکن اسے یہ جان لینا چاہئے کہ اسکے ظلم سے وہ رب ذوالجلال غافل نہیں جو ہر ایک کی نقل وحرکت کو پوری طرح دیکھ رہا ہے، ولاتحسبن اللّٰہ غافلا عمایعمل الظالمون (۴۲/ ابراھیم) اور ہرگز مت خیال کر کہ اللہ بے خبر ہے ان کاموں سے جو ظالم کر رہے ہیں۔

ظلم کرنے والا اس بات سے غافل ہے کہ اس کو وہ ذات دیکھ رہی ہے جو اس کے ظلم کا بدلہ لینے کی پوری طاقت اپنے اندر رکھتی ہے، ظالم غافل ہوتا ہے مگر ظالم اور مظلوم کا رب دونوں کے حقائق سے صدفی صد واقف ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب ظالم سے پروردگار پوری طرح باخبر ہے اور غافل نہیں تو پھر ظالم کو اسکی سزا کیوں نہیں دی جا رہی ہے؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ ظالم ظلم پر ظلم کر رہا ہے مظلوم مجبور سے مجبور ہوتا جا رہا ہے، مگر ظالم اپنی حالت میں موجود ہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ نڈر اور بہادر بن چکا ہے، آخر رب ذوالجلال دیکھ رہے ہیں تو ظالم کو پکڑ کر فوراً سزا کیوں نہیں دیتے؟ اسکا جواب یہیں موجود ہے انمایوءخرھم لیوم تشخص فیه الابصار (۴۲/ ابراھیم) انکو

صرف اس روز تک مہلت (ڈھیل) دے رکھی ہے جس دن ان لوگوں کی نگاہیں پھٹی رہ جائینگی ۔

اللہ تعالیٰ ہماری طرح بے صبرے نہیں ہیں وہ حلیم و بردبار ہیں، تحمل کرتے ہیں اور برداشت کرتے ہیں، وہ دیکھتے رہتے ہیں، ظالم کو اور ڈھیل دیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ اور کس قدر ظلم کریگا سزا میں جلدی نہیں کرتے اس لئے کہ دنیا میں سزا دیں گے تو تھوڑی ملے گی اس لئے بعض مرتبہ سزا دیتے ہیں تو وہاں دیتے ہیں جہاں کا عذاب بڑا سخت ہوتا ہے ولعذاب الآخرۃ اکبر اور آخرت کا عذاب بڑا بھاری ہوتا ہے۔اتنی واضح تفصیل کے بعد اب ہمارے ان مظلوم و شاکی بھائیوں کو مزید تسلی دینے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی جو یوں کہہ دیتے ہیں کہ اللہ میاں بھی اتنے سخت ترین حالات کے باوجود خاموش ہیں ظالم تو اب بھی اسی عیش و آرام میں ہیں ۔

کمزور انسانوں کی نظر بھی کمزور ہوتی ہے، ہم ہماری نظر سے دیکھ کر شکایت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی حکیمانہ نظر سے جب دیکھتے ہیں تو وہی کرتے ہیں جو کرنا ہے اور اسی وقت کرتے ہیں جب کرنا چاہیئے ۔

ظالم خالق کائنات کا محبوب نہیں ہوسکتا

ایک مومن و مسلمان کی سب سے بڑی تمنا اور آرزو یہ ہونی چاہیئے کہ وہ لوگوں کی نگاہوں میں محبوب بننے سے بڑھ کر خالق کی نگاہ میں محبوب اور پسندیدہ بن جائے ،اگر آدمی صرف لوگوں کی نگاہوں میں محبوب بننے کی تدبیریں کرے اور خالق کے محبوب بننے سے بے نیاز بن جائے تو ہوسکتا ہے کہ چند لوگوں کے محبوب نظر بن جانے میں کامیاب ہوجائے لیکن وہ ایسا بدقسمت ہے کہ اس کو خالق کائنات کی محبت نصیب نہیں، اور اگر آدمی خالق کی محبت کو نشان منزل بنالے اور اس محبت کو پانے کیلئے جن تدابیر کے اختیار کرنے کی ضرورت ہے ان تدابیر کو اختیار کرے تو پھر اس خوش بخت انسان کی آخرت بھی بن گئی اور دنیا بھی، اس لئے کہ جس کو خالق کائنات کی محبت نصیب ہوگئی اور وہ محبوب خدا بن گیا تو صرف انسانوں کا نہیں بلکہ

تمام مخلوقات کا وہ محبوب بن گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کیلئے کن چیزوں سے پرہیز کرنا چاہئے، قرآن مجید نے اس نسخہ کو بیان کیا ہے آپ اگر قرآن مجید کا مطالعہ کرینگے تو آپ کو محسوس ہوگا کہ قرآن مجید میں بعض آیتیں ایسی ہیں جہاں یوں کہا گیا کہ ان اللّٰہ لایحب المفسدین وغیرہ اور بعض آیتیں ایسی ہیں جہاں یوں کہا گیا کہ انہ لا یحب الظالمین وغیرہ۔اس قسم کی آیتوں کا اگر آپ جائزہ لیں گے تو آپ کو قرآن مجید میں اللہ کے محبوب بندوں کی فہرست بھی مل جائیگی اور ان بندوں کی بھی فہرست مل جائے گی جن کو اللہ تعالیٰ محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے، بہر حال یہ ایک لمبی بحث ہے میں نے اس قسم کی آیتوں کو جمع بھی کیا ہے اور میری تصنیفات کے ذخیرہ میں کہیں موجود بھی ہے، تاہم مجھے یہاں جس بات کی طرف توجہ دلانی ہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بارہا یہ بات بتلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں فرماتے یعنی ظالم اللہ تعالیٰ کی محبت کا حقدار نہیں، چنانچہ ایک آیت کے حوالہ پر اکتفاء کرتا ہوں، انہ لایحب الظلمین (۴۰ / اشوریٰ) بے شک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔جس ظالم کو خدا کی مخلوق سے محبت نہیں اس ظالم کو خدا کیسے محبت کی نگاہ سے دیکھے گا۔

حق ندارد دوست خلق آزار را
نیست ایں خصلت یکے دیندار را

مخلوق کو تکلیف دینے والے کو اللہ دوست نہیں رکھتے کسی دیندار کیلئے یہ خصلت زیبا نہیں دیتی۔

ظالم ناکام اور مظلوم کامیاب

ظالم ظلم کرتے ہوئے یہ تصور کرتا ہے کہ اس نے اپنی بھڑاس نکال لی، اور ظلم کے ذریعہ اپنی مراد کو پوری کرنے میں کامیاب ہوگیا اور وہ مظلوم کے بارے میں یوں سوچتا ہے کہ مظلوم ناکام ہوگیا، گویا ظالم ظلم کو اپنی جیت سمجھتا ہے اور مظلوم کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہے کہ وہ شکست کھا گیا، حالانکہ اگر ہم قرآن مجید کی آیات اور احادیث مبارکہ پر غور

کریں گے تو ہمیں معاملہ اس کے برعکس محسوس ہوگا، چنانچہ سورہ طٰہٰ کی آیت نمبر۱۱۱ میں اللہ تعالیٰ نے ظالم کے بارے میں یوں فرمایا **وقد خاب من حمل ظلما** ایسا شخص تو ہر طرح ناکام رہے گا جو ظلم لیکر آیا ہوگا، اس آیت سے ظالم کا وہ تصور کھو کھلا ہو گیا کہ وہ اپنی نادانی سے یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ کامیاب ہے حالانکہ وہ جب قیامت کے میدان میں بحیثیت ظالم کھڑے ہوگا تو مظلوم عدالت الٰہی میں مقدمہ دائر کرینگے اور اپنا اپنا بدلہ اس ظالم سے چاہیں گے، یہاں تک کہ ظالم ناکام ونامراد ہو جائے گا اور مظلوم اسلئے کامیاب ہوگا کہ قیامت کے دن اس ظالم سے ان کا بدلہ دلوایا جائے گا اور جس کے ساتھ انصاف کیا جائے اور اس کا بدلہ اس کو دیدیا جائے وہ کامیابی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والے صحابی حضرت عامر بن فہیرہؓ کا قولِ آخر خود اس بات کی دلیل ہے کہ مظلوم کامیابی کا چہرہ دیکھتا ہے کہ انہوں نے فزت برب الکعبہ کہا تھا کہ کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

انصاف کا حکم اور ظالم کی ممانعت

اس حقیقت کو سمجھانے کیلئے کہ اسلام انصاف کا حکم دیتا ہے اور ظلم سے روکتا ہے، ہم قرآن مجید کی ایک ایسی آیت کا سہارا لے رہے ہیں جس آیت کو جامع ترین آیت کہا گیا وہ سورۂ نحل کی آیت نمبر۹۰ ہے ان اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون(۹۰/ النحل) **بیشک اللہ تعالیٰ** قرآن مجید میں اعتدال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم وزیادتی کرنے سے منع فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

یہ وہ آیت ہے جس میں پوری اسلامی تعلیمات کو بیان کر دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں اس آیت کی تلاوت عموماً کی جاتی ہے، یہی وہ آیت ہے جس کو سن کر حضرت اکثم بن صیفیؓ نے اسلام قبول فرمایا، یہی وہ آیت ہے جس نے حضرت عثمان

بن مظعونؓ کے دل میں ایمان کو مضبوط و مستحکم کر دیا تھا کہ خدا کی قسم قرآن میں ایک خاص حلاوت (شیرینی اور مٹھاس) ہے اور اس کے اوپر ایک خاص رونق اور نور ہے، اس کی جڑ سے شاخیں اور پتے نکلنے والے ہیں اور شاخوں پر پھل لگنے والے ہیں، یہ کسی انسان کا کلام ہرگز نہیں ہوسکتا۔

آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ اس آیت کو ہر جمعہ سنتے ہیں مگر زبان عربی سے دلچسپی نہ ہونے کی وجہ سے اس آیت کے مطلب سے واقف نہیں ہیں، ہاں عام مسلمان اتنا واقف ہے کہ یہ آیت خطبہ کے اختتام کی علامت ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر مساجد میں خطیب کے اس آیت کے شروع کرتے ہی بہت سے لوگ اٹھ کر کھڑے ہوجاتے ہیں کہ چلو اب خطبہ ختم ہورہا ہے، آج مسلمانوں کی نادانی کا یہ عالم ہے ہائے افسوس! اس آیت میں اسلام کی وہ تعلیمات بیان کی گئی ہیں جن کو اگر آدمی اختیار کرلے تو واقعی مومن و مسلمان بن جائے، یہ آیت ہمارے اس موضوع سے اس لئے متعلق ہے کہ اس میں جن تین چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں ایک عدل وانصاف ہے اور جن تین چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں ایک ظلم ہے، جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا وہ تین چیزیں ہیں (۱) عدل وانصاف (۲) احسان (حسن سلوک) (۳) رشتہ داری کا حق ادا کرنا، اور جن تین چیزوں سے منع کیا گیا وہ یہ ہیں (۱) کھلی ہوئی بری باتیں اور برے کام (۲) حرام کام (جن کے حرام ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہو) (۳) اور ظلم وسرکشی آپ اس آیت پر غور کریں کہ جن چیزوں کے کرنے کا حکم ہے ان میں عدل وانصاف ہے اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان میں ظلم وسرکشی ہے، پہلی تین چیزوں میں پہلے عدل وانصاف کا حکم ہے اور دوسری تین چیزوں میں سب سے آخر میں ظلم وسرکشی ہے، آدمی کو چاہیے کہ وہ عدل وانصاف سے کام لے اور ظلم وبربریت سے باز آجائے یہی وہ راستہ ہے جس سے آدمی کو کامیابی اور نجات مل سکتی ہے۔

ظالم کی سفارش نہ کرو

حضرت نوح علیہ السلام وہ صابر پیغمبر ہیں جنہوں نے قوم کی تکذیب، مخالفت اور ایذا رسانی کے باوجود تقریباً ایک ہزار برس تک اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا ہے‘ اس طویل مدت تک دعوت واصلاح کا جواب حضرت نوح علیہ السلام کو سوائے ایذاوں کے اور کچھ نہ ملا، اپنی قوم کی ایک نسل کو بلایا وہ نہ مانی تو دوسری نسل کو بلایا وہ نہ مانی تو تیسری نسل کو بلایا مگر قوم ایذا رسانی پر تلی ہوئی تھی، روایتوں میں آتا ہے کہ قوم کے لوگ حضرت نوح علیہ السلام پر پتھر برساتے یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہوجاتے جب اس کا سلسلہ صدیوں جاری رہا تو حضرت نوح علیہ السلام نے آخر کار رب ذوالجلال سے یہ فرمادیا کہ اے میرے پروردگار میں نے دن رات ان کو بلایا مگر میرے بلانے سے کوئی فائدہ نہ ہوا سوائے یہ کہ وہ بھاگتے رہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو یہ بات بتلادی کہ اب آپ کی قوم کا کوئی شخص ایمان نہ لائے گا، ان کے دلوں پر انکی ہٹ دھرمی اور سرکشی کی وجہ سے مہر لگ گئی ہے، آپ ایک کشتی تیار کر لیجئے اور ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انهم مغرقون (۳۷/ هود) اور آپ ان ظالموں کی نجات کے بارے میں کچھ گفتگو مت کیجئے کیونکہ یہ سب غرق کئے جائیں گے، ان کیلئے یہ بات قطعی طور پر تجویز پا چکی ہے کہ یہ غرق ہوں گے ان کے حق میں آپ کی سفارش بے کار ہوگی۔

اس آیت سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ ظالم وہ بدترین مجرم ہوتا ہے جس کے بارے میں سفارش کرنا بھی مناسب نہیں، اسی آیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مفسرین نے لکھا ہے کہ دعاء کرنے والے کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ پہلے یہ معلوم کرلے کہ جس کام کی وہ دعاء کررہا ہے وہ جائز وحلال ہے یا نہیں؟ اگر ظالم اور وہ شخص جو ناحق پر ہو اپنی کامیابی کیلئے دعاء کی درخواست کرتا ہو اور دعاء کرنے والے کو معلوم ہو کہ یہ ظالم ہے اور حق پر نہیں ہے تو اس شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس کی کامیابی کیلئے دعاء کرے۔

ظالم قوم رحمت سے دور ہوتی ہے

سورۂ ہود کی آیت نمبر ۲۵ سے آیت نمبر ۴۹ تک حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے بارے میں تفصیلات بتلائی گئی ہیں، ان آیتوں میں مجموعی طور پر جو چیز زیادہ محسوس ہوتی ہے وہ یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام صابر، ثابت قدم اور اپنی قوم کیلئے محسن و مشفق تھے اور اس کے

مقابلہ میں قوم بڑی نادان، سرکش، ظالم اور احسان فراموش تھی، حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی نیکی کا صلہ یہ ملا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی، برکت و رحمت عطا کی گئی اور زبردست طوفان کے بیچوں بیچ اس کشتی کو معجزانہ طور پر سلامتی کے ساتھ جودی پہاڑ پر لا کھڑا کیا اور یہ حکم حضرت نوح علیہ السلام کو دیا گیا، یانوح اهبط بسلٰم مناوبرکٰت علیك وعلٰی امم ممن معك (۴۸/ هود) اے نوح! اترو ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لے کر جو تم پر نازل ہوں گی اور ان جماعتوں پر کہ جو تمہارے ساتھ ہیں، یہ تھا حضرت نوح علیہ السلام کی نیکیوں اور مسلسل دینی جد و جہد کا صلہ اور ادھر جن قوموں نے مسلسل نافرمانی، سرکشی اور خدا فراموشی، احسان فراموشی اور ظلم وایذارسانی کا برتاؤ کیا اس قوم کے بارے میں قطعی فیصلہ یہ کیا گیا کہ وقیل بعدا للقوم الظالمین (۴۴/ هود) اور کہہ دیا گیا کہ ظالم لوگ رحمت سے دور ہوں، اس آیت سے یہ بات واضح کردی گئی کہ قدرت کا یہی دستور وقانون ہے جو عدل وانصاف کے دائرہ میں ہوتا ہے وہ رحمت و برکت اور سلامتی کے دائرے میں ہوتا ہے اور جو عدل وانصاف کے دائرہ سے نکل کر ظلم کی تاریکیوں میں پہنچ جاتا ہے اس کا انجام یہی ہوتا ہے کہ وہ رحمت سے دور ہو جاتا ہے، اور لعنت کے اندھیروں میں حیران وسرگرداں پھرنے لگتا ہے، اس ظالم وگھمنڈی فرعون اور اسکی قوم کے بارے میں یہی بات بتلائی گئی وا تبعوا فی هذه الدنیا لعنة ویوم القیمة۔ (۹۹/ هود) اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی ان کے ساتھ لعنت رہے گی، معلوم ہوا کہ ظلم اور لعنت کا اٹوٹ رشتہ ہے، جہاں ظالم ہے وہاں لعنت ہے اور جہاں عدل وانصاف ہے وہاں رحمت ہے۔

ظالم کو جب پکڑا جائے گا

دنیا میں ظالم یہ سمجھتا ہے کہ مظلوم پر میری گرفت بڑی مضبوط ہے، وہ اپنی طاقت کی بنیاد پر ڈینگیں مارتا ہے کہ میرے جیسا کوئی ہے ہی نہیں، اور ظلم کے وقت وہ یوں سمجھتا ہے کہ اب وہی مختار ہے اور اسکے مقابلہ میں مظلوم ہی مجبور ہے، لیکن ایسے ظالموں کو ان آیات پر غور

کرنا چاہئے جن میں اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیا ہے کہ جب ظالموں کو اللہ تعالیٰ پکڑے گا تو اسکی پکڑ کے مانند کسی بھی انسان کی پکڑ نہ ہوگی ،جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے، اسکی گرفت اور طاقت بھی بے مثل ہے وہ جب پکڑے گا تو پھر ظالم کا سارا غرور کافور ہو جائے گا۔

سورۂ ہود کی آیت نمبر۱۰۲ میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا وكذالك اخذ ربك اذا اخذالقٰرى وهى ظالمة ان اخذه اليم شديد ۔ اور آپ کے رب کی داروگیر ایسی ہی سخت ہے جب وہ کسی بھی بستی والوں پر داروگیر کرتا ہے جبکہ وہ ظلم وکفر کیا کرتے ہیں بلاشبہ اس کی داروگیر بڑی الم رساں اور سخت ہے کہ اس سے سخت تکلیف پہنچتی ہے اور اس داروگیر سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

سورۂ ابرھیم کی آیت نمبر۲۲ میں اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے عذاب کے سلسلہ میں فرمایا: ان الظلمين لهم عذاب اليم بیشک ظالموں کیلئے دردناک عذاب مقرر ہے،اے ظالم تو آج ظلم سے باز آ، دوسروں پر نہ سہی خود اپنے آپ پر تو رحم کر، تیرا ظلم کرنا خود تیرے لئے باعث رنج والم ہے، اگر تو وقتی طور پر دوسروں کو رنجیدہ کر رہا ہے تو یہ جان لے کہ ہمیشہ کیلئے اپنے رنجیدہ رہنے کا سامان فراہم کر رہا ہے، یہی ظلم تیری اخروی تباہی کا ذریعہ بنے گا۔

اے ظالم ! تو بظاہر اپنے ظلم سے اپنے حریف مظلوم کو ہلاک کر رہا ہے لیکن حقیقت میں ادھر خدائی فیصلہ تیری ہلاکت کا ہو رہا ہے ، ذرا سورۂ ابراہیم کی اس آیت کو پڑھ اور دیکھ ان مجرموں کے بارے میں کیا کہا گیا جنھوں نے پیغمبروں پر ظلم کیا تھا وقال الذين كفروا لرسلهم لنخرجنكم من ارضنااولتعودن فى ملتنافاوحى اليهم ربهم لنهلكن الظٰلمين، ان کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ ، ان رسولوں پر ان کے رب نے وحی نازل فرمائی کہ ان ظالموں کو ضرور ہم ہلاک کر دیں گے۔

قوم ثمود نے جب اونٹنی پر ظلم کیا

قوم ثمود کے سرکش، مغرور وظالم لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ اے صالح! اگر تم سچے ہو تو اپنے رب سے کہہ کر اس پہاڑ سے کوئی اونٹنی پیدا کر دکھاؤ جو گابھن ہو اور ظاہر ہوتے ہی بچہ جنم دے، حضرت صالح علیہ السلام نے دعاء کی اور وحی سے قبولیت کی اطلاع دی گئی چنانچہ پہاڑ سے ایک بلند قامت قوی ہیکل اونٹنی ظاہر ہوگئی اور اسی نے بچہ جنم دیا، اس اونٹنی اور قوم اور قوم کے جانوروں کے درمیان پانی کی باری مقرر ہوئی، ایک دن اونٹنی کا اس طرح ایک دن قوم کا، یہ سلسلہ چلتا رہا لیکن آہستہ آہستہ یہ بات ان لوگوں میں کھٹکنے لگی اور آپس میں اس اونٹنی کے بارے میں مشورے ہونے لگے یہاں تک کہ اس اونٹنی کو رات کی تاریکی میں ہلاک کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور اس کو ہلاک بھی کیا گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واتینا ثمود الناقة مبصرة فظلموا بها (۵۹/ بنی اسرئیل) اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی تھی جو کہ بصیرت کا ذریعہ تھی سو ان لوگوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا، اور یہی وہ ظلم تھا جس ظلم کے پاداش میں اس قوم کو ہلاک کیا گیا، اور ایک سخت قسم کی چیخ ہی ان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کیلئے کافی ہوگئی واخذت الذین ظلموا الصیحة فاصبحوا فی دیارھم جثمین (۹۴/ ھود) قرآن مجید میں قوم ثمود کے ان نو سرغنہ اور بدمعاشوں کا ذکر موجود ہے جنہوں نے پورے ملک میں خرابی مچا رکھی تھی، یہی وہ ظالم تھے جنہوں نے ایک دوسرے سے کہا تھا کہ آپس میں سب اللہ کی قسمیں کھاو کہ ہم رات کے وقت صالح اور ان کے متعلقین کو جا ماریں گے ان لوگوں نے ایک خفیہ تدبیر کی لیکن ان ظالموں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے بھی ایک ایسی خفیہ تدبیر کی کہ انکو خبر تک نہ ہوئی چنانچہ ان پر ایک پہاڑ پر سے ایک پتھر لڑھک کر آیا اور وہ سب وہیں ہلاک ہو گئے۔

آج وہ لوگ جنکو کسی ملک کی حکومت کی تائید وحمایت ہے وہ بدمعاش اور ظالم اہل حق کو کچلنے، انکی معشیت کو تباہ کرنے کی دوڑ دھوپ کر رہے ہیں اور اہل حق کو مٹانے کی خفیہ سازشیں کر رہے ہیں ان لوگوں کو اس حقیقت سے واقف ہونا چاہیے کہ یہ عین ممکن ہے کہ کوئی غیبی ہاتھ ان پر پڑ جائے اور وہ ہاتھ جب ان پر پڑ جائے گا تو پھر یہ اور ان کی نسلوں کا نام و نشان باقی نہ رہے گا۔

قوم عاد کی تین برائیاں

سورۂ شعراء کی آیت ۱۲۸ تا ۱۳۰ میں قوم عاد کی تین برائیاں بیان کی گئی ہیں، اس قوم کی ایک برائی تو یہ تھی کہ یہ ہر اونچے مقام پر ایک یادگار کے طور پر عمارت بناتے تھے تاکہ ان کی بنائی ہوئی عمارت خوب اونچی نظر آئے جس کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا تھا کہ ان کا نیک نام ہو جائے ان کا یہ کام فضول تھا، ان کی عادت کو یوں بیان کیا گیا **اتبنون بکل ریع آیۃ تعبثون** اور اس قوم کی دوسری برائی یہ بیان کی گئی کہ رہنے کیلئے جو مکانات یہ قوم تعمیر کیا کرتی تھی وہ بڑے ہی عالیشان ہوتے تھے، یہ بڑے بڑے محل بناتے تھے ان کے محلات سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے دنیا میں ان کو ہمیشہ رہنا ہے حالانکہ اگر انہیں آرام ہی مقصود تھا تو وہ چھوٹے گھروں میں بھی مل سکتا تھا، ان کی اس برائی کو یوں بیان کیا گیا و تتخذون مصانع لعلکم تخلدون ۔ اور اس قوم کی جو تیسری برائی تھی وہ ہمارے اس موضوع سے متعلق ہے جس کو ہم بیان کر رہے ہیں اس برائی میں قوم عاد بہت آگے تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس برائی کو یوں بیان کیا **واذا بطشتم بطشتم جبارین** اور جب تم کسی پر داروگیر کرنے لگتے ہو تو بالکل جابر اور ظالم بن کر داروگیر کرتے ہو۔

یہ قوم ایک دوسرے پر داروگیر کرنے اور ظلم کرنے میں بہت آگے تھی، اللہ تعالیٰ نے اس ظالم قوم کو ان کے ظلم کی سزا دی، اللہ تعالیٰ نے تیز و تند ہواؤں کو ان کی ہلاکت کیلئے بھیجا، سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلسل ان پر تیز و تند ہوائیں آتی رہیں ان ظالموں کی نہ مدد کرنے والا کوئی آسکا اور نہ ان پر کوئی رونے والا باقی رہا؛ معلوم ہوا کہ ظلم کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا بلکہ بد سے بدتر ہی ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب اسے گرفت میں لیتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: تیرے رب کی گرفت کا حال یہی ہے کہ جب وہ بستی والوں کو پکڑ لیتا ہے اور وہ ظلم کیے ہوتے ہیں تو اسکی گرفت درد

ناک اور سخت ہوتی ہے۔

ایذا رسانی مسلمان کا شیوہ نہیں

بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کا نام خود ان کی حقیقت کی عکاسی کرتا ہے، دل کو عربی میں قلب کہتے ہیں اس لئے کہ قلب کے اصل معنی پلٹنے کے ہیں اور دل بھی پلٹتا رہتا ہے، بالکل اسی طرح انسان کو انسان اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں انس ومحبت ہوتی ہے، انسان کے دل میں جس قدر محبت ہوتی ہے اس قدر محبت فطری اور طبعی طور پر کسی بھی مخلوق میں نہیں پائی جاتی، اور انسانوں میں وہ جو اسلام کے دائرہ میں آتے ہیں وہ مسلم کہلاتے ہیں، مسلم اصل میں سلم سے ہے جس کے معنی سلامتی کے ہیں اور مسلمان کو مومن بھی کہتے ہیں اور مومن کی اصل امن ہے، گویا مومن ومسلمان وہ ہوتا ہے جو دنیا کو امن اور سلامتی پہنچانے والا ہوتا ہے، مومن ومسلمان نہ صرف امن وسلامتی پہنچاتا ہے بلکہ وہ امن وسلامتی کا سر چشمہ اور پیکر ہوتا ہے، حقیقی مومن ومسلمان وہی ہوتا ہے جس سے ہر ایک کا دل مطمئن ہوتا ہے کہ یہ نہ ہماری جان پر حملہ کرے گا، نہ مال پر ڈاکہ ڈالے گا، نہ عصمت وآبرو پر حملہ آور ہوگا، نہ اسکی زبان سے کسی کو تکلیف ہوگی اور نہ اسکے ہاتھ سے کسی کو ایذا پہنچے گی، مومن ومسلمان وہ ہوتا ہے جس کے بارے میں ہر انسان کو یقین کامل ہوتا ہے کہ یہ ساری دنیا کیلئے راحت اور نفع کا ذریعہ تو بن سکتا ہے، زحمت اور نقصان کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔

یہ سارے ہی مومنوں اور مسلمانوں کی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اقوال، اعمال، اخلاق معاملات، اور معاشرت اور اپنی تہذیب وتمدن کے اونچے معیار کے ذریعہ پوری دنیا کو یہ اطمینان دیدیں کہ وہ امن کے علمبردار ہیں، سلامتی کے خوگر ہیں، اگر مومن ومسلمان اس مقام ورتبہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ لوگ ان پر اعتماد اور بھروسہ کرنے لگ جائیں، تو پھر تو ایک مومن ومسلمان کی یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی، بلکہ ایک اعتبار سے خود اسکی فتح ہوگی اور دوسرے اعتبار سے اسلام کی فتح ہوگی اور اگر ایسا ماحول پیدا ہوگیا تو پھر ہمارے برادران

وطن کو دعوت دین دینا بھی آسان ہوجائے گا اور اسکی راہیں کھل جائیں گی، آج کے ان پر خطر حالات میں اس حدیث کا ہرایک کے ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن عبداللّٰہ بن عمرؓ عن النبیا قال المسلم من سلم المسلون من لسانہ ویدہ والمھاجر من ھجر ما نھی اللہ عنہ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ کی ایذاء سے تمام مسلمان محفوظ رہیں، اور مہاجر وہ ہے جو ان باتوں کو چھوڑ دے جن سے خدا نے منع فرمایا ہے۔

ظالم مفلس ہے مظلوم مفلس نہیں

عموماً لوگ یوں خیال کرتے ہیں کہ مظلوم ہی مفلس ہے ظالم کیسے مفلس ہوسکتا ہے، ایک اعتبار سے اس قسم کا سوچنا دنیوی اور وقتی لحاظ سے تو تھوڑی دیر کیلئے ٹھیک ہوسکتا ہے لیکن جو اللہ تعالیٰ پر اسکے رسول پر اور آخرت پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کی سوچ اور فکر جداگانہ ہوگی، ہم اگر آخرت کے اعتبار سے سوچیں گے تو ہمیں یہی فیصلہ کرنا پڑے گا بظاہر مظلوم مفلس ہے، مگر حقیقت میں ظالم مفلس ہے، مظلوم تو اخروی اعتبار سے خوش قسمت اور صاحب نصیب شخص ہے جس کی جھولی کل قیامت کے دن بھری ہوئی ہوگی

اب آیئے! ہم دیکھیں کہ آپ ﷺ نے ظالم کو مفلس قرار دیا یا مظلوم کو، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی مسلم کی روایت پڑھئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ مال واسباب۔آپ ﷺ نے فرمایا ”میری امت میں اصلی مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز اس حال میں حاضر ہو کہ اس کے پاس نماز، روزہ اور زکوۃ سب ہو مگر وہ کسی کو گالی دے کر آیا ہو، کسی کو بہتان لگاکر، کسی کا مال کھاکر، کسی کا خون بہاکر اور کسی کو پیٹ کر آیا ہو، پھر اس کی ایک ایک نیکی مظلوموں میں بانٹ دے دی جائے اس سے قبل کہ جو بدلہ اسے

چکانا ہے وہ چکایا جائے۔اگراس کی نیکیاں ختم ہوجائیں تو مظلوموں کی خطائیں اس کے حساب میں ڈال دی جائیں اور پھروہ آتشِ دوزخ میں پھینک دیا جائے‘‘۔

ایک دوسرے پر ہرگز ظلم مت کرو

حضرت ابوذرغفاریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ اپنے پروردگار سے نقل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: یاعبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلته بینکم محرما فلا تظلموا(مسلم، ترمذی ابن ماجه) اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کوحرام کیا ہے اورتم میں باہم ایک دوسرے کے ساتھ بھی ظلم وزیادتی کوحرام رکھا ہے اس لئے دیکھوایک دوسرے پر ہرگز ظلم مت کرنا۔

اس حدیث قدسی سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کواپنے اوپرخودحرام کرلیا ہے، اللہ تعالیٰ مختارکل ہیں، قادرمطلق ہیں چاہیں توظلم کواپنے اوپرحلال کرلیں، اللہ تعالیٰ کا مواخذہ کرنے کی کس کوہمت ہے، مگرظلم ایک ایسا جرم ہے کہ جس کے بدترین ہونے کا اظہاراللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ میں نے اپنے اوپراس ظلم کوحرام کیا ہے اورتم پربھی اس ظلم کوحرام کردیا ہے۔

ظلم صرف حاکم ،سردار،حکمران جماعت،امیر،آقااورسپہ سالاروذمہ دارسے ہی ہوتا ہے، حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں کہ بلکہ ظلم محکوم حاکم پربھی کرسکتا ہے۔ ماموراميرپربھی ظلم کرسکتا ہے، رعایا آقااوربادشاہ پربھی ظلم کرسکتی ہے،لشکرسپہ سالارپربھی ظلم کرسکتا ہے، بیٹا باپ پربھی ظلم کرسکتا ہے، شاگرداستادپربھی ظلم کرسکتا ہے، بیوی شوہرپربھی ظلم کرسکتی ہے، بہوساس پربھی ظلم کرسکتی ہے، ظلم ہرایک سے ممکن ہے، یہ ہرگزنہیں کہا جاسکتا کہ فلاں سے ظلم ناممکن یامحال ہے ہرایک سے ظلم کا صادرہوناممکن ہے، فرق صرف نوعیت اورشکل کا ہوتا ہے، امیراورسپہ سالاراورحاکم کے ظلم کی نوعیت الگ ہوتی ہے، مامورلشکراورمحکوم کے ظلم کی نوعیت الگ ہوتی ہے، باپ، استاذاورشوہر کے ظلم کی نوعیت الگ ہوتی ہے، بیٹے‘ شاگرداوربیوی کے ظلم کی نوعیت الگ ہوتی ہے۔

بڑاہویاچھوٹا،امیرہویاغریب،عربی ہویاعجمی، کالاہویاگورا،مسلمان ہویاغیرمسلم مقیم

ہو یا مسافر، مرد ہو یا عورت ان میں سے جو بھی ظلم کرے وہ ظلم ہی ہے اور ہر ایک کو اپنے ظلم کی سزا بھگتنی ہے۔

ظلم کی چند صورتیں

قاضی کا ظلم یہ ہے کہ وہ جانبداری سے کام لے، طرفین میں سے جو رشوت دے یا اس کا کوئی کام بنا دے یا اس سے دوستی یا رشتہ داری ہو تو اس کے حق میں فیصلہ کر دے یہ قاضی کا ظلم ہے، قاضی کا شرعی حدود سے تجاوز کرنا اور حق وانصاف کے راستہ سے ہٹ کر ناحق طور پر فیصلہ کرنا ہی ظلم ہے، پروردگار نے جو آفاقی دستور بھیجا اس کو پس پشت ڈال دینا اور اپنی مرضی ومنشا کو فوقیت دیدینا یہی ایک بادشاہ، قاضی اور سلطانِ وقت کا ظلم ہے۔

اگر قاضی مظلوم کا حق ظالم سے نہیں دلواتا اور کمزور کو طاقتور سے بدلہ نہیں دلواتا تو یہی قاضی کا ظلم ہے۔ شوہر کا بیوی پر ظلم یہ ہے کہ دستور الٰہی کے مطابق اسکے ساتھ برتاؤ نہ کرے، جس پروردگار کا نام لے کر اس نے اس کو حلال کیا اور اپنی بیوی بنایا اب اگر اس پروردگار کے احکامات کا لحاظ نہ رکھے، تقوی کو بالائے طاق رکھ کر خواہ مخواہ اس کو ذہنی، قلبی اور جسمانی تکلیف دیتا رہے، قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں اس کے جو حقوق بیان کئے گئے ہیں ان حقوق کو پامال کرکے، اسکی روٹی کپڑا اور مکان کا انتظام نہ کرے، اس سے بیجا مطالبات کرے، بات بات پر اس سے الجھنے لگ جائے یہ شوہر کا بیوی پر ظلم ہے۔

بیوی کا شوہر پر ظلم یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق ادا نہ کرے، اسکے حکموں کو ٹال دے، اس سے بداخلاقی سے پیش آئے، اسکی خدمت کرنے سے منہ موڑ لے، اسکو اپنے لوگوں میں ذلیل کرے، اسکی اہمیت اور مرتبہ کو گھٹانے کی کوشش کرے، اسکے مال کی حفاظت کرنے کے بجائے اس کو بیجا خرچ کرنے لگ جائے۔ باپ کا اولاد پر ظلم یہ ہے کہ ان پر حد سے زیادہ بوجھ ڈالے، اور اولاد کے درمیان معاملات میں ناانصافی کرے۔ وراثت میں کسی کو حق نہ دے، وغیرہ۔

اولاد کا ماں باپ پر ظلم کرنا یہ ہے کہ اولاد اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرے، ان کا حق ادا نہ کرے، ان سے جھڑک کر اور درشت لہجہ میں گفتگو کرے، ان کے ساتھ بدسلوکی کرے، بیوی کی حمایت میں ان کی توہین وتذلیل اور گستاخی کرے، ان کے مقابلہ میں اپنے دوستوں کو ترجیح دے یہ اور اس قسم کے کام ظلم کی شکلیں ہیں۔

پڑوسی کا پڑوسی پر ظلم یہ ہے کہ وہ اس سے بدسلوکی سے پیش آئے، اپنی راحت کی خاطر پڑوسی کو تکلیف اور رنج میں مبتلا کرے، ایسے کام کرے جس کام سے اسکو ذہنی، قلبی یا جسمانی تکلیف ہوتی ہو۔ مسلمان کا دوسرے مسلمان پر ظلم یہ ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو گالی دے، اسے اذیت اور تکلیف پہنچائے، ناحق طریقہ سے مسلمان بھائی کی جائیداد چھین لے، اس کے مکان یا دوکان پر ناجائز قبضہ کرلے، قرض لے کر خیانت کردے اور ادا کرنے سے صاف انکار کردے۔

یہ تو ظلم کی بعض شکلیں ہیں جو نمونہ کے طور پر لکھی گئی ہیں ورنہ ظلم کرنے والے صرف یہی حضرات نہیں ہوتے بلکہ ان کے علاوہ اور دوسرے قسم کے لوگ بھی ظالم وجابر ہوسکتے ہیں، ہر قسم کے ظلم اور ہر قسم کے ظالموں کا احاطہ ناممکن نہ سہی مشکل ضرور ہے۔

ظلم قیامت کے دن

جس دن قیامت قائم ہوگی ایمان والوں کو ان کا نور آگے بڑھا رہا ہوگا اور کافر لوگ اندھیروں میں سرگرداں وحیران ہوں گے، یہی وہ دن ہوگا جس دن دنیا میں کئے ہوئے نیک اعمال کام آئیں گے اور صالحین کیلئے روشنی کا ذریعہ بنیں گے اور دنیا میں کئے ہوئے برے اعمال بدکاروں اور فاسقوں کیلئے تاریکی اور ظلمت کا سبب بن جائیں گے، بعض اعمال بد میں اس قدر خصوصیت اور تاثیر ہوگی کہ ان برے اعمال کا شکار افراد کیلئے تباہی ہی تباہی ہوگی، اس حدیث کو وہ لوگ بغور پڑھیں جنہوں نے محض چند کوڑیوں اور عارضی آرام وراحت اور وقتی فائدہ کے خاطر ایک دوسرے پر ظلم کیا تھا ان کا یہ ظلم کس شکل میں کل قیامت کے دن آئے گا۔

حضرت جابرؓ سے منقول ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **اتقوا الظلم فان الظلم**

ظلما ت يو م القيمة(مسلم) ظلم سے بچو! کیونکہ قیامت کے دن ظلم اندھیروں کی صورت میں ہوگا، ظالم کیلئے کامیابی کی کوئی روشن راہ نہ ہوگی جس کے ذریعہ وہ نجات پا سکے، اسکے مقدر میں حسرت، تباہی، ناکامی، نامرادی، ذلت، رسوائی اور تاریکی ہی تاریکی ہوگی۔

ظالموں کی دعاء مقبول نہیں

آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہم رورو کر دعائیں کررہے ہیں، اپنے مصائب وحوادث اپنے پروردگار کے سامنے بیان کررہے ہیں، اپنی بپتا اپنے مہربان پروردگار کو سنارہے ہیں، لیکن ان دعاؤں کے باوجود حالات بدلتے نہیں، مصائب دور ہوتے نہیں، فکریں اور پریشانیاں کم ہوتی نہیں، تنگدستی و بدحالی ختم ہوتی نہیں، سوال ہر دعاء کرنے والے کے ذہن میں یہی آتا ہے کہ ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہورہی ہیں؟ بارش کیلئے بکثرت دعائیں چل رہی ہیں، انفرادی بھی اجتماعی بھی مگر حالات بدستور ویسے ہی ہیں کوئی تبدیلی نہیں وجہ آخر کیا ہے؟ پیارے پیغمبر ﷺ نے اپنے اس پیغام میں اس حقیقت کی وجہ بتلائی ہے **لاتظلموافتدعو فلا یستجاب لکم و تستفوا فلا تسقوا و تستنصر و ا فلا تنصر و ا (طبرا نی)** ظلم مت کرو ورنہ تمہارا یہ حال ہوگا کہ دعائیں کروگے لیکن تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی، بارش کی دعائیں مانگوگے لیکن تم پر بارش نہیں برسے گی، تم مدد مانگوگے لیکن تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔

نبی کریم ﷺ نے اس پیغام کے ذریعہ اس پوشیدہ حقیقت سے پردہ اٹھادیا ہے کہ آخر دعاؤں کی عدم قبولیت کی وجہ کیا ہے، اگر لوگ واقعی دعاؤں کی قبولیت کے محتاج ہیں اور حالات کے بدلنے کے متمنی ہیں، اور فقر وفاقہ کے خوشحالی وفراوانی میں بدل جانے کے مشتاق ہیں تو انہیں اپنے بارے میں یہ احتساب کرنا ہوگا کہ ان کا اپنے متعلقین سے عدل وانصاف کا برتاو ہے یا ظالمانہ رویہ قائم ہے، اگر وہ ظلم کے خوگر ہیں تو انہیں اپنے اوپر چھائے ہوئے حالات سے چھٹکارا پانے کیلئے اپنے آپ کو بدلنا ہوگا اور ظلم سے توبہ کرنی ہوگی۔

ظالم آج ہی معافی مانگ لے

اگر ظالم ظلم کرتا ہے تو ظلم کے بدترین انجام سے بچنے کا ایک راستہ بھی رکھا گیا ہے وہ یہ کہ جس پر ظلم کیا گیا ہے اس سے معافی مانگ لی جائے اگر وہ اس کو معاف کردے تو معاملہ بالکل صاف ہے، لیکن اگر ظالم نے مظلوم سے آج (اس دنیا میں) معافی نہیں مانگی تو پھر تو ظالم ایسے خسارہ اور نقصان میں ہے کہ جسکی تلافی نہیں کی جاسکتی' جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو ذلیل ورسوا کیا ہو، اپنے بھائی کی توہین وتضحیک کی ہو، اپنے بھائی کی دل شکنی کی ہو، اپنے بھائی کو ستایا ہواور تکلیف دی ہو، اپنے بھائی کا حق مارا ہو، اس کو چاہیے کہ وہ اس سے معافی مانگے اور جو حق ادا کرنا ہے دستور کے مطابق حق ادا کردے، آج درہم کے بدلہ درہم، روپیہ کے بدلے روپیہ ، دینار کے بدلہ دینار، مال کے بدلہ مال، دولت کے بدلہ دولت دیدینا اور چھٹکارا پالینا آسان ہے لیکن جب کل (قیامت) آجائیگی اس دنیا میں نہ دینار ہونگے نہ درہم، نہ روپیہ ہوگا نہ پیسہ، نہ مال ہوگا نہ دولت، اس دن بدلہ میں جو چیز دینی ہوگی وہ اپنے نیک اعمال کا اجروثواب ہوگا اور اجروثواب کا خزانہ نامۂ اعمال میں نہ ہونے کی صورت میں مظلوم کے گناہوں کا بوجھ اپنے کاندھوں پر رکھنا ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اپنے بھائی کی آبرو یا اور کسی چیز کے متعلق ظلم کیا ہو، اسکو چاہیے کہ آج اس سے معافی مانگ لے اس سے پہلے پہلے کہ دینار اور درہم (کچھ کام) نہ دیں گے کیونکہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس سے بقدر اس کے ظلم کے لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی بدیاں لے کر اس پر لادی جائیں گی۔

اے ظالم! مظلوم کی بددعا سے ڈر

اگر ظالم اپنی طاقت وقوت کی بنیاد پر مظلوم پر ظلم وزیادتی کر رہا ہو اور یہ سمجھ رہا ہو کہ مظلوم کمزور ہے اس کے پاس کسی قسم کی طاقت نہیں تو ظالم کو یہ جان لینا چاہیے کہ مظلوم کے پاس ایک ایسی طاقت ہے جو طاقت ظالم کے پرخچے اڑا سکتی ہے، وہ طاقت دعا کی طاقت ہے، اگر مظلوم ظالم کے حق میں بددعا کردے تو پھر تو اس ظالم کے سلامتی کے ساتھ رہنے

کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

تین افراد کی دعائیں رد نہیں کی جاتیں (۱) روزہ دار کی دعاء جب تک کہ وہ افطار نہ کر لے (۲) امام عادل (۳) مظلوم کی بد دعاء، اس دعاء کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھالیتا ہے اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پروردگار فرماتا ہے میری عزت کی قسم! ایک عرصہ کے بعد سہی لیکن میں تیری مدد ضرور کروں گا۔ (ترمذی)۔

اس لئے اس حدیث قدسی پر بھی ظالم کی نظر رہنی چاہیے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کا غضب اس ظالم پر پڑ رہا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس شخص پر میرا غصہ بے حد تیز ہو جاتا ہے جو کسی ایسے شخص پر ظلم کرتا ہے جو میرے علاوہ کسی اور کو اپنا حامی اور مددگار نہیں پاتا۔ (طبرانی)۔

علامہ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب الزواجر میں لکھا ہے، ایک شخص نے کہا میں نے ایک شخص کو دیکھا، اس کا ہاتھ کاندھے سے کٹا ہوا تھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا ''مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کرو، اور کسی پر ہرگز ظلم مت کرو، میں نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا، میرے بھائی! تیرا کیا قصہ ہے؟ اس شخص نے جواب دیا، بھائی میرا قصہ عجیب وغریب ہے، دراصل میں ظلم کرنے والوں کا ساتھ دیا کرتا تھا ایک دن کا ذکر ہے، میں نے ایک مچھیرے کو دیکھا جس نے کافی بڑی مچھلی پکڑ رکھی تھی، مچھلی مجھے پسند آئی، میں اس کے پاس پہونچا اور کہا، مجھے یہ مچھلی دے دو! انھوں نے جواب دیا، میں یہ مچھلی تمہیں نہیں دوں گا، کیونکہ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت سے مجھے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنا ہے، میں نے اسے مارا پیٹا، اور اس سے زبردستی مچھلی چھین لی، اور اپنی راہ لی، جس وقت مچھلی کو اٹھانے جارہا تھا، اچانک مچھلی نے میرے انگوٹھے میں زور سے کاٹ لیا، بہرکیف میں مچھلی لے کر گھر آیا، اور اسے ایک طرف ڈال دیا، اب میرے انگوٹھے میں ٹیس اور درد اٹھا، اور اتنی تکلیف ہونے لگی کہ اس کی شدت سے میری نیند اڑ گئی، پھر میرا پورا ہاتھ سوج گیا، جب صبح ہوئی، تو میں طبیب کے پاس آیا، اور اس سے درد کی شکایت کی، طبیب نے کہا یہ انگوٹھا سڑنا شروع ہوا ہے، لہذا بہتر ہے کہ اس کو کٹوالو ورنہ پورا ہاتھ سڑ جائے گا، میں نے انگوٹھا کاٹ کر نکلوادیا، لیکن اس کے بعد سڑاند ہاتھ میں شروع ہوئی، اور درد کی شدت سے مجھے

سخت بے چینی ہوئی اور میں سونہ سکا،لوگوں نے مجھ سے کہا ہاتھ کاٹ کر نکلوالو میں نے ایسا ہی کیا،اب درد بڑھ کر پہونچوں تک پہونچ گیا،میرا چین اور نیند سب اڑ گئی،اور میں درد کی شدت سے رونے اور فریاد کرنے لگا،ایک شخص نے مشورہ دیا کہ کہنی سے ہاتھ الگ کردو،میں نے ایسا ہی کیا،لیکن اب درد مونڈھے تک پہونچ گیا،اور سڑاند وہاں تک پہونچ گئی،لوگوں نے کہا کہ اب تو پورا ہاتھ مونڈھے سے کٹوادینا ہوگا،ورنہ تکلیف پورے بدن میں پھیل جائے گی،اب لوگ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آخر یہ تکلیف تمہیں کیوں کر شروع ہوئی،میں نے مچھلی کا قصہ انھیں سنایا،انھوں نے کہا،اگر تم ابتداء میں مچھلی والے کے پاس جاکر اس سے معافی مانگتے،اسے کہہ سن کر راضی کرلیتے اور کسی صورت مچھلی کو اپنے لئے حلال کرلیتے تو تمہارا ہاتھ یوں کاٹا نہ جاتا، اس لئے اب بھی جاؤ اور اس کو ڈھونڈھ کر اسے خوش کرو،ورنہ تکلیف پورے بدن میں پھیل جائے گی،اس شخص نے کہا،میں نے یہ سنا تو مچھلی والے کو پورے شہر میں ڈھونڈنے لگا،آخر ایک جگہ اس کو پالیا،میں اس کے پیروں پر گر پڑا اور انھیں چوم کر رو رو کر کہنے لگا،میرے آقا! تمہیں اللہ کا واسطہ! مجھے معاف کردو،اس نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے بتایا میں وہ شخص ہوں جس نے تم سے مچھلی چھین لی تھی،پھر میں اس سے پرانی کہانی سنانے لگا،اور اسے اپنا ہاتھ دکھایا وہ دیکھ کر رو پڑا،اور کہا میرے بھائی میں نے اس مچھلی کو تمہارے لئے حلال کیا کیونکہ تمہارا حشر میں نے دیکھ لیا،میں نے اس سے کہا،میرے آقا! خدا کا واسطہ دے کر میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جب میں نے تمہاری مچھلی چھینی تو تم نے مجھے کوئی بددعا دی تھی،اس شخص نے کہا،ہاں،میں نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! یہ اپنی قوت اور زور کے گھمنڈ میں مجھ پر غالب آیا،اور تو نے جو رزق مجھے دیا،اس نے مجھ سے چھین لیا،اور مجھ پر ظلم کیا،اس لئے تو میرے سامنے اس کے اوپر اپنے زور کا کرشمہ دکھا،میں نے اس سے کہا،میرے مالک! اللہ نے اپنا زور تمہیں دکھادیا،اب میں اللہ کے حضور توبہ کرتا ہوں،اور وعدہ کرتا ہوں کہ کسی ظالم کی مدد ہرگز نہیں کروں گا،نہ کبھی خود ظلم کروں گا،نہ ان کے دروازے پر کبھی جاؤں گا،اور انشاء اللہ جب تک زندہ رہوں گا اپنے وعدہ پر کاربند رہوں گا۔

حکمران ظالم کیوں ہو جاتے ہیں؟

دنیا میں کبھی اچھے حالات آتے ہیں تو کبھی برے حالات آتے ہیں، ان حالات کے ظاہری اسباب بھی ہوتے ہیں اور باطنی اسباب بھی، ظاہری اسباب تو ظاہر و باہر ہیں کہ وہ کیا ہیں مختلف حالات کے مختلف ظاہری اسباب ہوتے ہیں لیکن اچھے اور برے حالات کے پیش آنے کے باطنی اور غیبی اسباب اس حدیث قدسی سے سمجھ میں آسکتے ہیں جس کے راوی حضرت ابوالدرداءؓ ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود و مالک نہیں' میں حکمرانوں کا مالک اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہان عالم کے دل میرے ہاتھ میں ہیں اور میرا قانون یہ ہے کہ جب میرے بندے میری اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں تو میں ان کے حکمرانوں کے دلوں کو رحمت وشفقت کے ساتھ ان بندوں پر متوجہ کر دیتا ہوں اور جب بندے میری نافرمانی کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں تو میں ان کے حکمرانوں کے قلوب خفگی اور عذاب کے ساتھ ان بندوں کی طرف موڑ دیتا ہوں پھر وہ انکو سخت تکلیفیں پہنچاتے ہیں، پس تم اپنے کو حکمرانوں کے لئے بددعا میں مشغول نہ کرو بلکہ مشغول کرو اپنے کو میری یاد میں اور میری بارگاہ میں الحاح وزاری میں، تاکہ تمہارے لئے کافی ہو جاؤں حکمرانوں کے عذاب سے نجات دلانے کیلئے (رواہ ابونعیم فی حلیۃ الاولیاء)۔

اس حدیث نے ہمارے موجودہ حالات کا باطنی سبب بتلا دیا کہ یہ سب ہمارے اعمال کا نتیجہ ہیں، آج مسلمانوں کا بیشتر طبقہ شرک و بدعات میں ملوث، جاہلانہ رسوم ورواج کا شکار، نیک اعمال سے دور، برے اعمال کا عادی، اخلاق حسنہ سے عاری اور برے اخلاق کا خوگر، معاشرتی زندگی میں غیروں کی تقلید اور اسلامی تہذیب سے عملاً نفرت، معاملات میں دھوکہ، فریب، جھوٹ، خیانت اور ظلم، آپسی اتحاد کا فقدان، ہر قسم کے اختلافات میں الجھے ہوئے، مسجدیں خالی، قرآن مجید طاقوں میں بند، دینی علوم سے دوری مگر ہر قسم کے ہنر اور فن سے دلچسپی، اسلامی

شعائر سے غفلت، غیروں کے طریقوں پرنظرِ رغبت، ایک دوسرے پر بہتان، الزام تراشی اور طعن وتشنیع کا ناپاک سلسلہ، خود پسندی، غرور، گھمنڈ، انانیت کے نشہ میں مست اپنی اولاد کی دینی تعلیم وتربیت سے لاپرواہی، اورانہیں دوسروں کے مذہب سے قریب کرنے کی تدبیریں، یہ اوراس قسم کی بہت سی بداعمالیوں نے آج شاید ان حالات کا وجود بخشا ہے۔ سچ کہا تھا حضرت مرزا مظہر جان جاناں نے اس وقت جبکہ نادر شاہ نے دلی کوتاراج کیا تھااوردلی والوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے تھے!

شامتِ اعمال ما صورتِ نادر گرفت

یعنی ہمارے اعمال کی نحوست نے نادر کی صورت اختیار کر لی، اب مرض اور سبب مرض دونوں ظاہر ہوچکے تو علاج کی واحد شکل وہی ہے جو نبی رحمت ﷺ نے اس حدیث قدسی میں بیان فرمائی کہ ہمیں اب اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہونا ہے، اپنی غفلت ونادانی کا احساس پیدا کرنا ہے، اور رب ذوالجلال کے سامنے ندامت وشرمندگی کے ساتھ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرنا ہےاورآئندہ کے لئے ان کوتاہیوں سے بچنے کا عزم واقرار کرنا ہےاورنیکی پر قائم رہنےاور برائیوں سے باز رہنے پر اللہ تعالیٰ کی توفیق وہدایت مانگنا ہے، اور مایوسی کے دروازوں کو بند کرتے ہوئے امید کے دروازوں پر کھڑے ہونا ہے، اور یہ یقین رکھنا ہے کہ یہ مصائب کے بادل ایک نہ ایک دن چھٹ جائیں گےاور اللہ تعالیٰ حالات کو بدلیں گےاور ہمارے لئے امن کی راہیں پیدا فرمائیں گے، آزمائش کی ان گھڑیوں میں اب ہر ایک کو چوکنا وباخبر ہوجانا چاہئے، عقلمند ٹھوکریں کھانے کے بعد سرخرو ہوجاتا ہے۔

سرخرو ہوتا ہے انسان ٹھوکریں کھانے کے بعد

بحمد اللہ